تعمیرِ حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

۲۵ اگست ۱۹۷۳ء

آزادیٔ ہند کے بعد سب سے اہم کام

اس وقت ہندوستان انتہائی نازک دور سے گذر رہا ہے، حصول آزادی کے بعد ہمارے ملک کے لئے اصل مسئلہ اچھی حکومت، دستور، نئے منصوبے، تعلیمی مرکز کا قیام نہیں تھا، میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت بھی اس ملک کی زندگی اور قسمت پر صدیوں تک اثر انداز ہونے والا جو مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ ایسا صحت مند صحیح المزاج، تندرست و توانا معاشرہ موجود ہے یا نہیں۔؟ کیونکہ اسی معاشرے سے انسانی زندگی اپنی غذا حاصل کرتی ہے۔ قوموں کی صف میں ہندوستان کا مقام جو چیز معین کرے گی اور اسے باعزت مقام دلائے گی وہ یہ ہے کہ ہماری سوسائٹی ہمارے ملک کو ان حالات سے بچائے جس کے نتیجہ میں وہ تباہی کے آخری گڑھے میں گر سکتا ہے۔ اگر سوسائٹی فاسد ہو جائے نیک و بد، خیر و شر اور ظالم و مظلوم کی تمیز سے محروم، جنگل کے قانون پر اس کا عقیدہ ہو جائے، جو بھی اس پر مسلط ہو جائے اسکے قدموں پر سر رکھ دے، اسکے گن گائے اور چڑھتے سورج کی پجاری بن جائے تو یہ ہے انتہائی تشویش کی بات۔ کسی ملک کی طاقت کا راز یہ نہیں ہے کہ اسکی فوجی طاقت کتنی ہے؟ بجٹ کتنا ہے؟ یونیورسٹیاں کتنی ہیں؟ ..... یہ چیزیں تباہی کو نہیں روک سکتیں ـــــ

سلطنت روما پر جب زوال آیا تو وہاں علمی مراکز، ادبی مشاغل، اور لطافت ذوق کے مظاہر بکثرت موجود تھے۔ جن کی نظر انسانی تاریخ پر ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ جو قومیں زوال کا شکار ہوئی ہیں، وہ آخری نزاعی حالت میں بھی تہذیبی طور پر زندہ تھیں ـــــ عقل دنگ رہ جاتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ تہذیب کے عروج و ترقی کے باوجود شام و مصر، ایران و روما زوال سے نہ بچ سکے، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہاں کا سماج کرپٹ (CoRRUPT) ہو چکا تھا۔ کوئی بھی اچھی بات کرتے وقت یہ دیکھا جاتا تھا کہ کہنے والا کون ہے؟ یہ نہیں دیکھا جاتا تھا کہ بات کیا کہی جارہی ہے ـــ اگر کوئی طاقتور یا دولت مند دن کو رات کہہ دیتا تھا تو ایسے خوشامدی لوگ بکثرت ملجاتے تھے جو آسمان کی طرف اشارہ کر کے اسکو صحیح ثابت کرنیکی کوشش کرتے اور کہتے کہ تارے نکلے ہیں اور چاندنی چھٹکی ہوئی ہے۔ بدقسمتی سے ہندوستان میں بھی یہ رجحان عام ہو گیا ہے۔

ملک کی آزادی کے بعد جس مسئلہ پر تمام توجہات مرکوز ہونا چاہیئے تھیں وہ یہ مسئلہ تھا کہ کیا یہاں ایک صالح معاشرے کا وجود ہے؟ اب ہر اس شخص کے لئے جسے اس ملک سے محبت ہے، لذیذ ترین، عزیز ترین، مقدس ترین کام یہ ہے کہ اگر بھیک بھی مانگنی پڑے، خیرات کے ٹکڑے بھی جمع کرنے پڑیں، جھولی بھی پھیلانی پڑے حتیٰ کہ کسی مفلس کے چراغ سے بھی روشنی حاصل کی جاسکتی ہو تو اسے حاصل کر کے ایک ایسے سماج کو وجود میں لایا جائے جو ظلم سے ساز باز نہ کرے جس میں خوف خدا ہو، جس میں حق بات کہنے کی جرأت ہو اور وہ ظالم کو ظالم کہہ سکے اور مظلوم کو مظلوم، یہ اس ملک کی موت و زندگی کا مسئلہ ہے، ہمارے فراخ دل اور روشن خیال رہنماؤں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ایک ایسا سماج بنائیں جس میں ظلم سر نہ اٹھائے اور اگر اٹھائے تو کچل دیا جائے۔

اگر قومی کارکنوں میں سچی حب الوطنی ہوتی اور وہ ہر طرح کے تعصبات و تنگ نظری سے پاک ہوتے تو اس مقصد کے حصول میں اسلام سے بڑی مدد مل سکتی تھی، اسلام کی تعلیمات سے (جو اس ملک کا ایک مذہب ہے، اور جس کے پیرو کروڑوں کی تعداد میں یہاں پائے جاتے ہیں) اس سلسلے میں بڑا فائدہ اٹھایا جاسکتا تھا ایسی صورت میں ملک زیادہ مضبوط اور باوقار ہوتا اور وہ انسانیت کی عمومی فلاح میں ایک اہم کردار ادا کرتا ـــــ

(مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

Regd. No. [illegible]

FORTNIGHTLY

TAMEER - E - HAYAT

Phone [illegible]

Daruluioom Nadwatululama, Lucknow. (India)

مجلسِ تحقیقات و نشریاتِ اسلام

ندوۃ العلماء — لکھنؤ

مقاصد

مختلف زبانوں میں ایسے پرمغز اور صالح لٹریچر کی تیاری ● جو

● اسلام کی مؤثر طاقت ور نمائندگی کرے۔

● ایمان و یقین کی بنیادیں ذہن و دماغ میں ازسرنو استوار کرے

● اس ذہنی و فکری بے چینی و انتشار کو رفع کرے جو مغرب کی مادہ پرست تہذیب و ادب نے عالمگیر پیمانے پر پیدا کر دیا ہے۔ ●

● اس نئے ارتداد کا مقابلہ کرے جو طوفان اور سیلاب کی طرح تمام عالم میں پھیل گیا ہے۔

تعمیر حیات لکھنؤ

شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

چندہ
سالانہ ۸ روپے
ششماہی ۴ روپے
فی پرچہ ۳۵ پیسے

جلد نمبر ۱۰ | ۲۴ رجب ۱۳۹۳ھ — ۲۵ اگست ۱۹۷۳ء | شمارہ نمبر ۲۰

مسلم نوجوان اقبال کا وہ شاہین ہے کہ جس کی پرواز آسمان کی بلندیوں کو چھوتی ہے مگر اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے غفلت، بے حسی اور غیر ذمہ داری سے جلد چھٹکارا حاصل کرنا ضروری ہے۔ اقبالؒ نوجوانوں کو بلندی پر دیکھنا چاہتے تھے ——— ان کی یہ دعا ہر مخلص مومن کے دل سے ملت کے نوجوانوں کے لئے نکلتی ہے۔

جوانوں کو مری آہِ سحر دے + پھر ان شاہین بچوں کو بال و پر دے
خدایا آرزو میری یہی ہے + مرا نورِ بصیرت عام کر دے

ہمارے حکمراں

۵ جون ۱۹۶۷ء کو صبح نو بجے تک شامی حکومت اسرائیلی حملے سے بے خبر تھی۔ شامی وزارت خارجہ کو ایک اخبار کے نمائندے نے اس سے مطلع کیا۔ شام نے ابتدا میں جنگ میں کوئی حصہ نہیں لیا جب صحرائے سینا اور شرق اردن کے محاذ پر اسرائیلیوں کا دباؤ بڑھتا گیا تو شرق اردن اور مصر نے دشمن کی قوت تقسیم کرنے کے لئے شام کو محاذ جنگ کھولنے کو کہا تو اس پر شامی حکمرانوں میں گھنٹوں بحث و مباحثہ ہوتا رہا۔ وزیر جنگ کا خیال تھا کہ شام کے دو اعلیٰ تربیت یافتہ بریگیڈ جنگ میں حصہ لیں یا نہیں؟ کیونکہ یہ اعلیٰ ترین فوج شام کے حکمرانوں کے مخالفین کو کچلنے کے لئے اندرون ملک استعمال کئے جاتے ہیں۔ اس بحث میں اس قدر تلخی پیدا ہو گئی کہ ایک پرجوش فوجی افسر نے وزیر دفاع پر کرسی دے ماری — شام کے بعض آمروں کی مرضی کے خلاف جب چند غیرت مند پرجوش اور محب وطن فوجی افسروں نے جنگ میں حصہ لیا تو ان کی ہمت شکنی کے لئے اپنی شکست کے فرضی اعلانات ریڈیو اور اخبارات سے نشر کئے گئے۔ اس سے بڑھ کر خیانت اور غداری کیا ہو گی کہ "قنیطرہ" پر اسرائیلی قبضے کا اعلان قبضہ سے دس گھنٹے پہلے کر دیا گیا — ان من گھڑت خبروں کی وجہ سے سرفروش مجاہدوں کے حوصلے پست ہو گئے اور اسرائیل کو پیش قدمی کا موقع مل گیا۔

خالد بن ولیدؓ کے مدفن شام کی تاریخ صدیوں سے اسلامی جذبات، مجاہدانہ عزائم اور قابل فخر کارناموں سے مالا مال رہی۔ مگر شام کا موجودہ حکمراں ٹولہ بدترین ضمیر فروش، اسلام دشمن، الحاد و دہریت کا علمبردار ہے اور اس ملک کی شاندار ملی روایات و خصوصیات کو ملیامیٹ کرنے کے درپے ہے۔ بعث پارٹی اپنے عیسائی بانی میشل عفلق کے جارحانہ نظریاتی عرب قوم پرستی کی پیداوار ہے۔ میشل عفلق کے لٹریچر نے اکثر ذہنوں اور فوج کے افسروں کو متاثر کر کے غیر آئینی طریقے سے اس کی بعث پارٹی کو حکومت پر قبضہ کی راہ ہموار کی۔ فوج کے محب وطن اور اسلام پسند افسروں کو گولیوں سے اڑا دیا گیا یا جلا وطن کیا گیا حتیٰ کہ عین دوران جنگ اردن میں پناہ گزیں وہ شامی محب وطن جرنیل جب اپنے وطن کی خدمت و دفاع کے لئے شام میں داخل ہوئے تو انھیں بھی شہید کر دیا گیا۔ فوج کے علاوہ عوام میں جو لوگ باشعور اسلامی جذبات و خیالات کے حامل تھے ان کے خلاف بھی

اسحاق جلیس ندوی

ہمارے نوجوان

کسی قوم کی حقیقی صلاحیت، قوت اور شاندار مستقبل کو جانچنے کے لئے اگر کسی چیز کو صحیح پیمانہ بنایا جا سکتا ہے تو وہ اس قوم کے نوجوان ہیں۔ نوجوانوں کی صلاحیت، مستعدی، احساس ذمہ داری ملک و ملت کے بے لوث خدمت کے جذبے سے قوموں کو عروج و ترقی، عزت و سربلندی اور قوت و شوکت حاصل ہوتی ہے۔ جس قوم کے نوجوان ان صفات کے حامل ہوں وہ ذلت و رسوائی، ناکامی اور نامرادی، مایوسی اور بے دلی کا کبھی شکار نہیں ہو سکتی —

مسلم نوجوانوں کو اس نقطۂ نظر سے اپنی زندگی کا جائزہ لینے کا وقت آگیا ہے۔ غفلت کی بہت سی گھڑیاں بیت چکیں۔ اب مزید جمود کا دوسرا نام موت ہے ——— ہمارے نوجوانوں کی اکثریت خدمت ملک و ملت، اعلیٰ تعلیم، بامقصد زندگی اسلام سے وابستگی جیسے اعلیٰ صفات سے کوسوں دور ہے۔

مسلم نوجوانوں کی اس ملک میں دو حیثیتیں ہیں۔ پہلی حیثیت تو یہ ہے کہ وہ ہندوستانی ہیں۔ ہندوستان ان کا اپنا وطن ہے۔ اس کی تعمیر و ترقی میں انہیں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہئے۔ اس ملک کی حفاظت اور اس کے اتحاد اور سالمیت کے لئے کسی جد و جہد و تحریک سے انہیں گریز نہیں ہونا چاہئے۔ اس ملک کے ایک پرامن اور باصلاحیت شہری کی حیثیت سے انہیں اپنا سکہ بٹھانا چاہئے . . . . . . ان کی دوسری حیثیت یہ ہے کہ وہ مسلمان ہیں۔ لہٰذا مسلمان ہونے کی حیثیت سے انہیں اسلام پر عمل کرنا ہے۔ اور ملت اسلامیہ کی سربلندی کا دین حق کی تبلیغ و اشاعت کی ذمہ داری انہیں بڑھ کر قبول کرنی چاہئے۔

اسلام سے مسلم نوجوانوں کی بے تعلقی کا اندازہ فرائض سے بخوبی ہو جاتا ہے۔ آج کتنے ہی مسلم نوجوان ایسے ہیں جو نماز سے یکسر غفلت برتتے ہیں۔ حالانکہ نماز خدا کی رضا کے حصول کے علاوہ ایک ذمہ دار اور بامقصد انسان بننے میں معاون ہی ہوتی ہے . . . . . . ہمارے نوجوانوں کا قیمتی وقت تفریحات میں ضائع ہوتا ہے۔ مگر وہ اپنی دنیا اور آخرت کی تعمیر کے لئے ۲۴ گھنٹے میں ایک گھنٹہ بھی صرف کرنا دشوار سمجھتے ہیں۔

دوسری چیز ملی خدمات ہیں نوجوانوں کی اکثریت قومی خدمات سے دور ہے حالانکہ دن کا ایک گھنٹہ بھی اگر کسی سماجی خدمت میں گذارا جائے تو وہ بہت قیمتی نتائج برآمد کرے گا۔ ہر شہر میں ملی اور سماجی خدمات کی تنظیمیں، انجمنیں اور جماعتیں سرگرم عمل ہیں ——— اپنے ذوق اور مزاج کی کسی بھی تنظیم سے وابستہ ہو کر ملت اور انسانیت کی بے لوث خدمت اور اپنی صلاحیت اور قوت سے عوام کو فائدہ پہنچانے سے قوم ترقی کی منزلیں بآسانی طے کر سکتی ہے۔

تیسری چیز حالات حاضرہ سے باخبری . . . . . . نوجوانوں کی اکثریت بے خبری بلکہ دوسرے الفاظ میں بے حسی کی شکار ہے وہ اپنے گرد و پیش اٹھنے والے طوفان سے تک نہیں چونکتی۔ بے حسی ایک ایسا مرض ہے جسے موت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے . . . . . . مردے کو کوئی احساس نہیں ہوتا ہے۔ اگر انسان بھی بے حس ہو جائے تو اسے چلتی پھرتی لاش کہا جا سکتا ہے۔ زندہ انسان نہیں۔ اس مہلک مرض کا نوجوانوں میں سرایت کر جانا پوری قوم کے زوال کی علامت ہے۔

چوتھی چیز صبر و استقلال . . . . . . ہمارے نوجوان عبادت اور خدمت دونوں سے جلد اکتا جاتے ہیں۔ اگر کبھی وقتی جوش کے تحت وہ کار خیر کرتے بھی ہیں تو ان کا یہ جذبہ عارضی ہوتا ہے حالانکہ کسی کام کا نتیجہ فوراً برآمد نہیں ہوتا ہے۔ قومیں برسوں کی تحت جد و جہد اور قربانیوں کے بعد بام عروج پر پہنچتی ہیں۔ کوئی بھی دینی یا دنیوی کام وقت، صبر و استقلال چاہتا ہے۔

آخری اہم چیز یہ ہے کہ آج کے نوجوانوں کے ہاتھ میں کل قوم کی زمام قیادت ہو گی۔ لہٰذا انہیں ابھی سے ملک اور قوم کے وسیع تر مفاد کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ اور ایک دوسرے پر تنقید یا گروہی عصبیت سے گریز کرنا چاہئے۔

مولانا حمید الدین فراہی

قرآنی تعلیم کے اصولی مسائل

تعلیم قرآنی کے بنیادی مسائل دو حصوں میں تقسیم کئے جا سکتے ہیں عقائد اور اعمال ———

اعمال تین قسم کے ہیں۔ شخصی، منزلی، مدنی۔

عقائد کے بنیادی مسائل توحید، نبوت، معاد ہیں۔ (۱) اپنے اعمال کے ساتھ اعمال میں نماز ہے اور اسی کے ساتھ حج بھی شامل ہے۔ زکوٰۃ ہے، اور اسی کا جزء روزہ ہے۔ مکارم اخلاق میں (یعنی بر، معروف جس کا ضد منکر ہے) اور پھر شہادت بالحق ہے۔ یہ اگرچہ شخصی اعمال ہیں لیکن انکا تعلق جماعت سے بھی ہے۔ اسکے بعد عدل و قسط اور اس کے بعد تعاون کا درجہ ہے۔

توحید کے ساتھ جبر و قدر اور وحدت الوجود کا تعلق ہے۔ پھر توحید اور نبوت کے ساتھ شفاعت کا تعلق ہے، معاد کے ساتھ جنت و دوزخ کی حقیقت کے مسائل ہیں۔

قسط میں میراث، نکاح اور معاملات داخل ہیں۔

تعاون میں خلافت، سیاست اور جہاد شامل ہیں۔

پھر اعمال کے سرچشمے اخلاق میں بھی ہیں۔ مثلاً محبت، صبر، خوف، تقویٰ اور امثال ہیں ——— ان میں سے بعض چیزیں باعتبار اصول باہم گتھی ہوئی ہیں۔ میں نے کتاب اللہ سے جو کچھ سمجھا ہے اسکی روشنی میں بقدر ضرورت بعض مسائل پر گفتگو کروں گا۔

جہاد :- ہمارے قدیم مفسرین کا خیال تھا کہ آیت سیف نے موعظت، عفو، اور انکار و درگذر کے لئے رخصت و رعایت کی بہت سی آیتوں کو منسوخ کر دیا ہے۔ متکلمین کی ایک جماعت کا خیال یہ ہے کہ آیت سیف منسوخ ہو گئی ہے بلکہ اسلام میں جہاد صرف دفاعی جنگ کے لئے ہے۔ اور عہد نبوت میں جو غزوات ہوئے ان سب کی نوعیت دفاعی ہے۔ حضرت خلفاء اور صحابہؓ نے جو لڑائیاں لڑیں وہ تمام تر ملوکانہ جنگیں تھیں ان کو جہاد فی سبیل اللہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

میرے نزدیک یہ خیال صحیح نہیں ہے بلکہ اصل حقیقت اس سے بالکل مختلف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وعدہ کی تکمیل کے لئے بھیجا تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا تھا، اور آپ کو اسی گھر کی ذمہ داری سونپی گئی تھی جو حضرت ابراہیمؑ پر اس آیت کے ذریعہ ڈالی گئی تھی۔

أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ (البقرہ ۱۲۵)

(کہ تم میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے پاک رکھو)

اور آپ نبی خاتم کی حیثیت سے مبعوث ہوئے تھے اور آپ کے دین کو تمام ادیان پر غالب کرنے والا تھا۔ اس مقصد کے لئے پہلے آپ کو حکم ہوا کہ لوگوں کو وعظ و تلقین فرمائیں کہ لوگ آپ کی باتوں کو سنیں اور اپنے حالات کی اصلاح کریں۔ [illegible]

[illegible]

پہلے جہاد، سوائے اس کے جو حفاظت نفس کے لئے ہو سراپا ظلم و فساد ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قتال محض دفاع کے لئے نہیں واجب ہوا بلکہ کعبہ کو فتح کرنے اور بنی اسمٰعیل کے اندر دین حنیفی کو از سر نو قائم کرنے کے لئے ہوا۔

باقی رہے غیر بنی اسماعیل تو ان کے ساتھ جہاد کا حکم اس لئے دیا گیا کہ ان کو عدل و قسط پر قائم کیا جائے اور زمین کو فساد سے پاک کیا جائے۔ اہل کتاب اور غیر بنی اسمٰعیل کو دین کے معاملہ میں آزادی حاصل رہی۔ ان کے لئے ایمان نہ لانے کی صورت میں جزیہ کی راہ کھلی ہوئی تھی لیکن بنی اسمٰعیل کے لئے اتمام حجت کے بعد یہ راہ کھلی نہیں چھوڑی گئی تھی۔ ان کے اوپر ان ہی کے اندر کے ایک شخص کے ذریعہ سے حجت تمام کر دی گئی تھی۔ وہ ان کا دل اور ان کی زبان تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی باہر کے آدمی نہ تھے جن کو اللہ نے ان کے اندر وعظ کہنے کے لئے بھیجا ہو، بلکہ آپ ان کے شجرِ فطرت کے ایک پھل تھے۔ آپ انہی کے اندر پیدا ہوئے، ان ہی کی برائیوں اور بھلائیوں کے اندر آپ کی نشو و نما ہوئی۔ لیکن آپ کی پاکیزگی نے انکی تمام خوبیاں اپنے اندر جذب کر لیں اور ان کی ساری برائیاں پھینک دیں یہاں تک کہ آپ اس شان روشن کے مانند بن گئے جو آگ کے چھوئے بغیر بھڑک جانے کیلئے آمادہ ہو۔ آپ ان کی صلاحیتوں کے مرکز، ان کے ترکہ و افتخار کے لئے [illegible] اور ان کے ارادے کے لئے قلب کی حیثیت رکھتے تھے، آپ کو [illegible] کہ گویا اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات کے اندر آپ کی پوری امت کو آپ کے آگے سرنگوں کر دیا، کیونکہ آپ قلب کی منزلت میں تھے، جب قلب نے اطاعت کر لی تو تمام اعضاء کے لئے یہی زیبا تھا کہ وہ بھی اطاعت کر لیتے اس کی پوری تفصیل نبوت کی بحث میں ملے گی۔

پھر ظاہری اعتبار سے بھی صورت معاملہ اسی کی مقتضی تھی کہ اہل عرب آپ کی دعوت سے اعراض نہ کرتے کیونکہ عرب کی سرداری قریش کو حاصل تھی اور قریش میں دینی پیشوائی کا منصب عبد المطلب کو حاصل تھا۔ اور پھر عبد المطلب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منتقل ہوا اسی وجہ سے آپ نے فرمایا۔

أنا النبی لا کذب	أنا ابن عبد المطلب
میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے	میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں

[illegible] ملت ابراہیمی کی طرف لوٹنے اور اس قدیم میثاق کی تجدید کی دعوت دے رہے تھے جس کو اہل عرب تسلیم کرتے تھے اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر کسی اعتراض کی گنجائش نہیں تھی، آپ جو کچھ کر رہے تھے بالکل ٹھیک تھا۔ باغی اور مفسد وہ لوگ تھے جو اس دعوت کی مخالفت کر رہے تھے۔

لیکن جہاد کے متعلق یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ رفع فساد کی خاطر [illegible] سب سے مقدم خود اپنے آپ کو [illegible]

[illegible] اسلام کی سرگذشت [illegible]

مسلم کے حالات سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ جہاد اگر صاحب بیعت اور صاحب اقتدار امیر کی طرف سے نہ ہو تو وہ محض شورش و بدامنی اور فتنہ و فساد ہے۔

پھر قتال کی اجازت حصول قوت کے بعد دی گئی ہے۔ حضرت شعیبؑ کی سرگذشت میں اسکی دلیل موجود ہے انہوں نے فرمایا۔

"وَإِن كَانَ طَائِفَةٌ مِّنكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ وَطَائِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوا فَاصْبِرُوا حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا"

ترجمہ:- اگر ایک جماعت تم میں سے اس چیز پر ایمان لائی ہے جس کو دے کر میں بھیجا گیا ہوں اور دوسری جماعت ایمان نہیں لائی ہے تو صبر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے۔

مذکورہ بالا تین شرطوں کے ساتھ جہاد قیامت تک کے لئے واجب ہے۔ دین کے معاملہ میں جبر اور شورش و بدامنی جائز نہیں ہے لیکن حق کی شہادت اور تبلیغ اور جہاد حسن ہمیشہ ضروری ہے۔

الفضل ما شهدت به الأعداء

"خدائے تعالیٰ کا جو تخیل بلحاظ صفات، قدرت، علم، ربوبیت اور وحدانیت قرآن میں ہے، دنیا کہیں نہیں۔ قرآن میں وہ اصول ہیں جو علمی قوتوں کا سرچشمہ ہیں . . . . . . قرآن تحریف سے محفوظ ہے"

(ڈاکٹر راڈویل)

"عربوں نے اس قرآن کی مدد سے، اس وقت جب کہ دنیا میں چاروں طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا، بنی نوع انسان کو روشنی دکھائی"

(ڈاکٹر ورکھا ولیڈ بوس)

"قرآن کی دلفریبی بتدریج فریفتہ کرتی ہے پھر متعجب کرتی ہے اور پھر ایک رقت آمیز تحیر میں ڈال دیتی ہے"

(گوئٹے)

"قرآن عالم انسانیت کا بہترین راہبر ہے۔ اگر صرف یہی کتاب دنیا کے سامنے ہوتی اور کوئی ریفارمر نہ ہوتا؛ تو بھی عالم انسانیت کی رہنمائی کے لئے کافی تھی"

(ٹالسٹائے)

"قرآن نے امن و سکون، الفت و محبت کے جذبات کو نشو و نما دیا . . . . . . بادۂ عیش کے متوالوں کو پرہیزگار بنا دیا"

(جانسن کارلائل)

"کوئی انسان قرآن کا مثل نہیں لا سکتا، یہ وہ لازوال معجزہ ہے جو احیائے موتیٰ سے بڑھ کر ہے"

(ڈاکٹر سیل)

"قرآن وحدانیت کا سب سے بڑا نقیب ہے۔ ایک جدید فلسفی اگر کوئی مذہب قبول کر سکتا ہے، تو وہ قرآن کا مذہب ہو"

(ڈاکٹر جبن)

"قرآن کی فصاحت و بلاغت روز نئے نئے مسلمان پیدا کرتی رہتی ہے"

(ڈاکٹر لیبان)

"وہ وقت دور نہیں جب قرآن اپنی مسلمہ صداقتوں اور روحانی کرشموں سے دنیا کو اپنا لے"

(ارابندا ناتھ ٹیگور)

سخت کارروائیاں کی گئیں، اخبیر جلاوطن کی گئی، ان کی جائیدادیں ضبط کی گئیں، محمد معروف الدوالیبی (سابق وزیراعظم) مصطفیٰ زرقاء (سابق وزیر عدل و وزیر تعلیم) عمر بہاء الامیری (مشہور اہل قلم و سفیر) استاد علی طنطاوی (سابق چیف جسٹس اور صاحب اسلوب ادیب و انشاء پرداز) ان دنوں جلاوطنی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں ـــ

شام کے برسر اقتدار طبقہ خاص طور پر فوج پر "دروزی قبیلہ" کے افراد کا اثر ہے جو انتہائی بدعقیدہ اور اسلام دشمن قبیلہ ہے ـــ یہ قبیلہ عرصے یہود نوازی میں مشہور ہے ۔ ۱۹۶۷ء کی جنگ میں اس قبیلے نے یہودیوں کی ہر طرح مدد کی ـــ ہمارے سامنے شیوسینا کے مرہٹی ہفت روزہ "مارمک" (جو شیوسینا کے بانی بال ٹھاکرے کی ادارت میں بمبئی سے نکلتا ہے) کا جون ۱۹۶۷ء کا ایک شمارہ ہے ۔ اس میں تل ابیب میں مقیم ایک مہاشٹرین خاتون کا ایک مفصل خط جنگ کے حالات پر مشتمل چھپا ہے جو اس نے اپنے بھائی کو لکھا ہے ۔ خط کے آخر میں وہ لکھتی ہے:

"دروزی قبیلہ نے ہماری (اسرائیل کی) بڑی مدد کی ۔ یہ قبیلہ عربوں ہی کی ایک شاخ ہے ۔ اس کے مرد تنومند و توانا اور عورتیں انتہائی خوبصورت ہیں" ـــ

شام کے یہ حالات "مشتے نمونہ از خروارے" ہیں ـــ کم و بیش اکثر مسلم ممالک کے حکمرانوں کے ذہنی و اخلاقی دیوالیہ پن اور اپنے ملک و ملت کی قسمت سے کھیلنے کے واقعات آئے دن پیش آتے رہتے ہیں ـــ

یہ نامبارک سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک ملت میں ان قیادت کو مسترد کرنے کا شعور نہیں پیدا ہوتا ـــ

صبح آزادی

ہم انتظار صبح میں جاگے تمام رات
نکلا جو آفتاب تو وہ بھی گہن میں تھا

۱۵ اگست ـــ ہمارے ملک کی آزادی کی سالگرہ ـــ سابقہ روایات کے مطابق ملک نے اس دن کو منایا ۔ آزادی یقیناً ایک نعمت ہے ؎

بندگی میں گھٹ کے رہ جاتی ہے اک جوئے کم آب
اور آزادی میں بحر بیکراں ہے زندگی

انگنت قربانیوں، مسلسل جدوجہد اور بے لوث جذبۂ حب وطن لئے آج سے ۲۶ سال پہلے اس ملک کے باشندوں نے غلامی کی زنجیریں توڑ دیں اور غیر ملکی حکمرانوں کے طوق غلامی کو اپنی گردن سے نکال پھینکا ـــ

آزادی کی جدوجہد میں اس ملک کے تمام باشندے بلاتفریق مذہب و ملت شریک تھے ـــ ہر شخص آزادی کی جدوجہد میں شریک، آزادی کا آرزومند اور بیرونی راج کے خاتمے کے لئے کوشاں رہا ـــ

جنگ آزادی کے دو سو سالہ دور میں انسانی قربانیوں کی ایک قابل فخر تاریخ مرتب ہوئی ۔ آج بھی اس زمین کے چپے چپے پر وہ داستانیں ثبت ہیں ۔ جن میں آزادی کی خاطر بہے ہوئے خون کی رنگینی، آزادی کی خاطر جیل کی سلاخوں کے پیچھے گزارے ہوئے سنگین لمحات کی تپش اور اپنے مستقبل کو خطرے میں ڈال کر جدوجہد آزادی میں شرکت کے واقعات پنہاں ہیں ۔

آج ہم آزاد ہیں، اور دنیا کی دوسری سب سے بڑی آبادی اور وسیع و عریض رقبہ پر مشتمل ہمارا ملک ایک خود مختار ریاست کی حیثیت سے دنیا کے نقشے پر موجود ہے ـــ ہمیں اس پر فخر بھی ہے اور مسرت بھی ـــ ہم ہر سال جشن آزادی مناتے ہیں ـــ مگر کیا بات ہے کہ اس ملک کے کروڑوں انسانوں کے اظہار مسرت میں تصنع ہے افسردگی ہے یاسیت ہے ۔ جس آزادی کی خاطر جان و مال کی قربانیاں دی گئیں ۔ جس آزادی کی حسرت لے کر کتنے ہی رہنما اور عام شہری موت سے ہمکنار ہوئے ۔ اس کے حصول کے بعد وہ جذبۂ حب وطن جو ۱۸۵۷ء، ۱۹۰۵ء اور ۱۹۴۲ء تک تھا ۱۹۴۷ء کے بعد بتدریج مفقود ہوتا جارہا ہے ۔

ایک عام ہندوستانی جب ان حالات پر غور کرتا ہے، تو اسے جمود، انتشار اور مایوسی کی وجوہات معلوم کرتے ہوئے دیر نہیں لگتی ۔ ملک آزاد ہونے سے پہلے آزادی کی جن نعمتوں اور برکتوں کا تصور تھا اور جنگ آزادی کے رہنماؤں نے خوشحالی، انصاف و مساوات اور امن و شانتی کا جو خیالی خاکہ عوام کے سامنے پیش کیا تھا وہ ربع صدی بعد بھی حقیقت کے روپ میں ناپید ہے ۔ عوام کی آرزوئیں پچیس سال بعد بھی پوری نہیں ہوسکیں ۔ اس ملک کے کروڑوں باشندوں کو اپنا ماضی حال سے بہتر معلوم ہوتا ہے ۔ قیادت کی اس سے بڑھ کر ناکامی کیا ہوسکتی ہے کہ آج عوام کی بڑی تعداد انگریزوں کے دور حکومت کو یاد کرنے پر مجبور ہے ۔ اس ملک میں غذائی مسئلے سے لے کر سیاسی معاملات تک افراتفری اور انتشار کا دور دورہ ہے ۔

ہمارا اس پر عقیدہ ہے کہ انصاف پسند، دیانت دار اور مخلص قیادت سے یہ ملک موجودہ تباہ کن حالات سے بچ سکتا ہے ـ حکمراں طبقہ اور تمام سیاسی جماعتیں آج اخلاقی دیوالیہ پن کا شکار ہیں، اقتدار کی رسہ کشی نے عوام کی مشکلات سے سربراہوں کو بے فکر کر رکھا ہے ۔ پنج سالہ منصوبوں پر کروڑوں روپے خرچ کئے جارہے ہیں، لاکھوں انسانوں کی محنت اور صلاحیت کو لوہے اور سمنٹ پر صرف کیا جارہا ہے ۔ احتجاجی جلسے جلوس، بھوک ہڑتال اور گھیراؤ کی گرم بازاری ہے ۔ مگر وہ دیانت دار ہاتھ پیدا کرنے کی کہیں کوشش نہیں ہورہی ہے، جو ان منصوبوں کے ذریعے غریب عوام کو فائدہ پہنچائیں وہ درد مند انسان عنقا ہیں جو اقتدار کی کرسی پر بیٹھ کر جھونپڑوں میں بسنے والے انسانوں کے دکھ درد کو محسوس کریں ۔

جب تک سیرت سازی اور انسانی تعمیر کا یہ کام نہیں ہوگا تب تک نہ ہماری آزادی مکمل ہوگی اور نہ ہی ہم آزادی کے ثمرات سے بہرہ ور ہوسکیں گے ۔

آزادیٔ ہند اور ونسٹن چرچل

"آج سے ۲۷ سال قبل جب مسٹر کلیمنٹ اٹلی وزیر اعظم برطانیہ نے برٹش ہاؤس آف کامنس میں ہندوستان کی آزادی کے لئے بل پیش کیا تو مسٹر چرچل نے درج ذیل الفاظ میں اس بل کی مخالفت کی تھی :۔

"آزادی انسان کا پیدائشی حق ہے مگر اقتدار کے ایسے وقت میں حکومت کی باگ ڈور کانگریس کے ہاتھوں میں دیدینا ایسا ہی ہے جیساکہ لاکھوں بھوکے انسانوں کا مقدر نکموں، اور ناتجربہ کاروں کے ہاتھوں میں دیدینا ـــ ان کے راج میں روٹی اور حد یہ کہ پانی کی ایک بوتل بھی ٹیکس سے نہیں بچ سکے گی، بس ہوا ہی ٹیکس سے مستثنیٰ رہ سکے گی اور بیچارے لاکھوں انسانوں کا خون مسٹر اٹلی کے سر ہوگا . . . . . اس سیاسی ٹکراؤ میں ہندوستان تباہ ہوجائے گا . . . . . ابھی ایک ہزار برس درکار ہیں ہندوستان کو سیاست کے فلسفے سے واقف ہونے میں . . . . . آج ہم حکومت کی ذمہ داری MEN OF STRAW (کھمبیوں کے بنے ہوئے پتلے جن میں بھوسا بھرا ہوا ہے) کے سپرد کر رہے ہیں چند برسوں بعد جن کا تمام و نشان بھی نہیں رہے گا"۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

ملک کی حقیقی آزادی

(امین الدولہ پارک لکھنؤ کے جلسے میں کی ہوئی ایک تقریر کے چند اقتباسات ـــ اس جلسہ میں مختلف مذاہب و خیال کے لوگوں نے شرکت کی ـــ)

دوستو اور بھائیو! ہم اور آپ جس جگہ جمع ہیں یہ پارک ہندوستان کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے جنگ آزادی کا مورخ اسکو فراموش نہیں کرسکتا، جب تحریک خلافت اور تحریک آزادی کا عروج تھا تو یہ پارک بڑے بڑے سیاسی جلسوں کا مرکز تھا میری آنکھوں نے یہاں بڑے بڑے لیڈروں کی تقریریں سنیں اور پولس فرمانی کے دور میں یہاں انگریزی فوج کا تسلط بھی دیکھا ۔ جس زمانہ میں ہندوستان کی آزادی کا خواب دیکھا گیا تھا اس وقت بڑے بڑے سمجھدار لوگوں کو یقین نہیں آتا تھا کہ یہ خواب کبھی شرمندہ تعبیر ہوگا ۔ جو لوگ ۲۰ ـ ۳۰ سال پہلے یقین دلاتے تھے کہ آزادی ضرور حاصل ہوگی ۔ انکی بات پر تعلیمیافتہ طبقہ کو بھی یقین نہیں آتا تھا ۔ ۱۹۴۷ء کے فیصلے تک ایسے لوگ اس ملک میں موجود تھے جو ان باتوں پر ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ برطانیہ اس ملک سے جو اس کے تاج کا کوہ نور ہے اور جس سے اس کی دنیا میں ساکھ قائم ہے کس طرح دستبردار ہوسکتا ہے لیکن یہ انہونی بات پوری ہوکر رہی ۔ واقعہ یہ ہے کہ دنیا میں کوئی بات ناممکن نہیں ہے صرف انسانوں کا فیصلہ اور عزم شرط ہے ـــ

جس طرح آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ ملک کو انگریزی غلامی سے آزاد کرانا ہے اور اپنے رہنماؤں کی قیادت میں جدوجہد کی اور یہ خواب پورا ہوکر رہا، اسی طرح اگر آپ اس سے بڑھ کر کوئی منصوبہ بناتے اور اس کے لئے بھی قربانیاں دیتے تو وہ بھی پورا ہوسکتا تھا مگر اس وقت آزادی ہی سب سے بلند اور آخری چیز معلوم ہوتی تھی یقیناً آزادی بڑی نعمت اور زندگی کی اہم ترین ضرورت ہے اور اس کے لئے جو قربانیاں کی جائیں وہ بجا ہیں ۔ ہم کو ان رہنماؤں کا بھی شکر گذار ہونا چاہئے جنھوں نے آزادی کی جنگ لڑی اور ملک کو آزاد کرایا لیکن میں نہایت ادب سے عرض کروں گا کہ اگر ہماری یہی طاقت اور فیصلہ کی قوت جسکی بدولت ہمارے ملک سے غلامی کی لعنت ختم ہوئی اگر اس سے زیادہ حقیقی اور مکمل آزادی کے حصول اور انسانیت کی تعمیر و ترقی اور انسان کو انسان بنانے کے کام پر صرف کی جاتی تو یہ دنیا کا سب سے اہم کام اور مشکلات و مسائل کا اصلی اور مستقل حل ہوتا ـــ

آزادی کے آگے :۔

میں آزادی کی تحریک کی تحقیر اور ناشکری نہیں کرتا مگر یہ کہے بغیر بھی نہیں رہ سکتا کہ دنیا کا سب سے عظیم انسانی کام اور انسانیت کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ انسان حقیقی انسان بن جائے ۔ اس کے بغیر آزادی اور خود مختاری کے بعد بھی زندگی کا حقیقی لطف و مسرت اور صحیح خوشحالی حاصل نہیں ہوسکتی ۔ اور انتشار کش مکش اور بے اطمینانی ختم نہیں ہوسکتی ۔ مصیبت پریشانی اور ذلت ہمیشہ دوسروں ہی کی شکل میں نہیں آتی وہ کبھی اپنے اندر سے بھی ابھرتی ہے ۔ ظلم و ستم اور لوٹ کھسوٹ کے لئے پردیسی ہونا شرط نہیں ۔ ایک ملک کے رہنے والے خود اپنے ملک کے اندر بطور خود بھی یہ خدمت انجام دینے لگتے ہیں ۔ میں غلامی سے نفرت ہرگز کم نہیں کرنا چاہتا لیکن ذرا جذبات و تعصبات سے الگ ہوکر سوچئے کہ ہم انگریز کو اپنا دشمن کیوں سمجھتے تھے ۔ اور غلامی سے ہمیں کیوں نفرت تھی ۔ اس لئے کہ ہمیں زندگی کا حقیقی لطف میسر نہ تھا ۔ ہم کو سکون و اطمینان حاصل نہ تھا، ہم کو ہماری ضروریات زندگی آسانی سے میسر نہیں ہوتی تھیں ۔ ہم ہمدردی خلوص و محبت اور تعاون سے محروم تھے جسکے بغیر زندگی تلخ اور یہ دنیا ایک جیل خانہ ہے ۔ دوستو! وضن کرو اگر باہر کی غلامی چلی گئی لیکن ہم کو خود ایک دوسرے کو غلام بنانے کا چسکا پڑ گیا، ہم کو خود ایک دوسرے پر ظلم کرنے میں مزا آنے لگا ۔ ہم بھی ایک دوسرے سے بیگانہ و اجنبی ہیں ۔ ہمدردی اور تعاون سے نا آشنا ہیں ۔ ایک شہری دوسرے شہری کے ساتھ وہی برتاؤ کرنے پر آمادہ ہے اور اس کا منتظر ہے جو ایک فاتح ایک غلام کے ساتھ اور ایک دشمن دوسرے دشمن کے ساتھ کرتا ہے ۔

غلامی سے ہمیں نفرت کیوں تھی؟ اس لئے کہ ہمیں زندگی کا حقیقی لطف میسر نہ تھا ۔ ہم کو سکون و اطمینان حاصل نہ تھا ۔ ہم کو ہماری ضروریات زندگی آسانی سے میسر نہیں ہوتی تھیں ۔ ہم ہمدردی، محبت اور تعاون سے محروم تھے جس کے بغیر زندگی تلخ اور یہ دنیا ایک جیل خانہ ہے ـــ باہر کی غلامی چلی گئی لیکن ہم کو خود ایکدوسرے کو غلام بنانے کا چسکا پڑ گیا ۔ ہم کو خود ایکدوسرے پر ظلم کرنے میں مزا آنے لگا ـــ ہم بھی ایکدوسرے سے بیگانہ و اجنبی ہیں ۔ ہمدردی و تعاون سے نا آشنا ہیں ایک شہری دوسرے شہری کے ساتھ وہی برتاؤ کرنے پر آمادہ ہے جو ایک غلام کے ساتھ اور ایک دشمن دوسرے دشمن کے ساتھ کرتا ہے ۔

ملک آزاد ہوگیا، لیکن انسان کے دل و دماغ اور اس کی روح کی آزادی کے لئے کوئی کوشش نہیں کی گئی اور وہ بدستور غلام ہے ۔ ملک سے تو انگریز کو نکال دیا گیا لیکن دل سے ظلم کی خواہش کو نہیں نکالا گیا ۔ وہ بدستور موجود ہے اور اپنا کام کر رہی ہے ۔

شاہ کلید :۔

دوستو! ہم نے بار بار کہا ہے اور پھر کہیں گے کہ سب سے اہم اور مقدم کام یہ ہے کہ انسان کو حقیقی معنی میں انسان بنایا جائے اس کے اندر سے گناہ اور ظلم کی خواہش ختم ہو، نیکی اور خدمت کا جذبہ پیدا ہو ـــ انسانی زندگی کے رشتے میں ہزاروں گرہیں پڑ گئی ہیں انسانی زندگی کے ہزاروں مشکلات اور مسائل ہیں ۔ ان پر بھاری بھاری تالے پڑے ہوئے ہیں ۔ ان سب قفلوں کے کھولنے کی ایک ہی کنجی ہے اس کو شاہ کلید کہئیے یا ماسٹر کی (MASTER KEY) یہ کنجی خدا کے پیغمبروں کو ملتی ہے اور جس کو ملتی ہے اسی کے ذریعہ ملتی ہے ۔ یہ کنجی کیا ہے ۔ خدا کی ہستی کا یقین اور اس کا خوف ۔ اس کنجی سے انسانی زندگی کا ہر قفل آسانی سے کھل جاتا ہے اور اس کی گرہیں سلجھتی چلی جاتی ہیں ۔ یوں سمجھئے کہ پیغمبروں کا ہاتھ بجلی کے بٹن پر ہوتا ہے ۔ انہوں نے سوئچ (Suitch) دبایا اور سارا گھر روشن ہوگیا جس کا ہاتھ اس سوئچ تک نہیں پہونچا وہ کسی طرح روشنی نہیں لاسکتا ۔

سیرت سازی اور اخلاقی اصلاح کے بغیر کوئی منصوبہ کامیاب نہیں :۔

آج ہر ملک کی تعمیر و ترقی اور بہبود کے لئے نئے نئے منصوبے اور پروجیکٹ (Projects) بنائے جارہے ہیں، ہمارے ملک میں بھی یہ کام تیزی سے ہو رہا ہے ۔ تمام منصوبوں کی تکمیل کرے لیکن یہ منصوبے ہماری نگاہ میں ابھی تک ادھورے اور ناقص ہیں ۔ ان میں انسانیت کی تعمیر، سیرت سازی اور اخلاقی اصلاح کا کوئی خانہ نہیں ۔ ہمارا یقین ہے کہ جب تک طبیعتوں میں حرص و ہوس کی آگ سلگ رہی ہے، دولت کا بھوت سوار ہے ۔ انسان صرف روپیہ پیدا کرنے کے اور اس سے عیش کرنے ہی کو زندگی سمجھتا ہے ۔ اس وقت تک کوئی نقشہ اور کوئی منصوبہ کامیاب نہیں ہوسکتا ۔

انسانیت :۔

حضرات! آپ نے اس ملک کی آزادی کے لئے جدوجہد کی ۔ اس کے لئے قربانیاں دیں گئیں اور اس کے لئے وہ راستہ اختیار کیا، جس کا آپ کے رہنماؤں نے مشورہ دیا ۔ وہ کام آتنا ہی تھا کہ یہ ملک آزاد ہوجائے چنانچہ یہ ملک آزاد ہوگیا اب انسانوں میں صحیح انسانیت پیدا کرنے کے لئے ہم کو جدوجہد کرنی پڑے گی اس کا بھی ایک راستہ ہے اور وہ وہی راستہ ہے جو خدا کے پیغمبروں نے بتلایا اور اس پر چل کر ان کے ماننے والے منزل مقصود کو پہونچے اور انہوں نے دنیا میں حقیقی انسانیت کا نمونہ پیش کیا ۔ اس کا سرا وہی ایمان و یقین اور خدا کا خوف ہے، یہ پیچ خدا پر تھا اور یہ زندہ یقین اور یہ جذبہ کی بیداری پیغمبروں کے علاوہ کسی اور جگہ سے دستیاب نہیں ہوسکتی ۔ اس کا خزانہ وہیں ہے اور ہم کو اس خزانے سے حاصل کرنے میں شرم اور عار محسوس نہیں ہونا چاہئے ۔ اگر آج اس کے حصول اور اسکی دعوت و اشاعت کے لئے وہی جدوجہد شروع ہو جو ملک کی آزادی کے لئے جو قربانیاں کی گئی تھیں وہی قربانیاں اس راستہ میں ہوں اور بیرونی حکومت کو نکالنے کے لئے جو تکلیفیں برداشت کی گئی تھیں وہ سب تکلیفیں برداشت کیجائیں تو ملک کا نقشہ ہی کچھ اور ہو ۔ حقیقی امن و اطمینان حاصل ہو ۔ ہر طرح کی غلامیوں کا سلسلہ بند ہو، اور ملک کو حقیقی آزادی اور زندگی کا حقیقی لطف اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے ـــ!!

[illegible]

مولانا ابوالکلام آزاد

آزادی کی خوشی.... ۴۸ گھنٹوں سے زیادہ نہ رہی

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو آزادی کی پہلی صبح کا خیر مقدم کرنے کے لئے خاص پروگرام مرتب کیا گیا تھا۔ رات کے بارہ بجے مجلس دستور ساز کا جلسہ ہوا اور اس میں اعلان کیا گیا کہ ہندوستان آزاد ہو کر ایک خود مختار ریاست بن گیا ہے۔ نو بجے صبح کو دوبارہ جلسہ ہوا جس میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے افتتاحیہ تقریر کی۔ سارے شہر پر ایک ہنگامہ خیز خوشی طاری تھی۔ شہر اور آس پاس کے علاقوں سے لاکھوں آدمی آزادی کو خوش آمدید کہنے کے لئے اکٹھا ہوئے تھے۔ چار بجے شام آزاد ہندوستان کا پرچم بلند ہونے والا تھا۔ لاکھوں آدمی جمع ہو گئے بلکہ گھنٹوں پہلے سے بے پناہ گرمی میں بیٹھے انتظار کر رہے تھے۔ ایسا اژدہام تھا کہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن اپنی کار سے باہر نہیں نکل پائے اور مجبوراً انہیں اسی کے اندر سے تقریر کرنی پڑی۔

خوشی سے وجد کی کیفیت طاری ہو گئی تھی، یہ حالت ۴۸ گھنٹوں سے زیادہ نہ رہی۔ دوسرے ہی روز سے فرقہ وارانہ فسادات کی خبریں دارالسلطنت پر افسردگی کے بادل بن کر چھا گئیں۔ یہ خبریں قتل و ایذا کی تھیں۔ معلوم ہوا کہ مشرقی پنجاب میں ہندوؤں اور سکھوں نے مسلمانوں کے گاؤں پر حملے کئے ہیں، مکان جلائے جا رہے ہیں اور بے گناہ مردوں، عورتوں اور بچوں کو قتل کر رہے ہیں۔ بالکل ایسی ہی خبریں مغربی پنجاب سے آ رہی تھیں ... پہلے دہلی میں فساد نہیں ہوا۔ لیکن جب چاروں طرف ملک میں فسادات پھیلے رہے تھے، دہلی میں جو تھوڑی بہت پر امن فضا تھی وہ دارالسلطنت کے خلاف تھا۔ ہم لوگوں نے طے کیا کہ دوسرے علاقوں سے فوج بلائی جائے لیکن فوج کے آنے سے پہلے فسادات کی آگ دارالسلطنت تک پہنچ چکی تھی۔ قتل کی ... پنجاب سے آئیں اور ان کے پیچھے مشرقی پنجاب سے پناہ گزیں ... تو دہلی میں تشدد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ معلوم ہوتا تھا ... شہر کے ... فسادات صرف ان بستیوں تک محدود نہیں تھے جہاں پناہ گزیں آباد تھے یا جہاں عام لوگ رہتے ہے بلکہ ... علاقے تھے جہاں صرف سرکاری ملازم رہتے تھے۔ جب مغربی پنجاب کا کوئی پناہ گزیں ... دہلی پہنچتے تو ان کی ... عام ... لوگوں کے گروہ نے مسلمانوں پر دھاوا بول دیا۔ دہلی میں کچھ شخصوں نے ان فاسد ... کی تنظیم میں نمایاں حصہ لیا تھا۔

میں پہلے ہی اشارہ کر چکا ہوں کہ ... [illegible] ...

چند ہی روز کے اندر یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ اگر شہر میں امن کو قائم رکھنے کے لئے سخت کارروائی کی گئی تو یہ دہلی کی فوج کے لئے بہت سخت آزمائش کا باعث ہو سکتی ہے۔ اس لئے ہم نے جنوب سے فوج بلانے کی کارروائی کی۔ اس پر ملک کی تقسیم کا اثر نہیں پڑا تھا، اور اس میں سپاہیانہ فرض داری کا جذبہ موجود تھا۔ جنوب سے آئے ہوئے ان فوجیوں نے دارالسلطنت کے فساد کو رفع کرنے اور امن قائم کرنے میں بہت اہم حصہ لیا۔

تمام شہر کے علاوہ قرول باغ، لودھی کالونی، سبزی منڈی اور اردو بازار جیسے علاقے تھے جہاں مسلمانوں کی بڑی آبادی تھی۔ ان تمام علاقوں میں جان و مال محفوظ نہیں رہے تھے اور جو حالات تھے ان میں فوج کے ذریعہ حفاظت کا پورا انتظام نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ایک وقت تو اسکی نوبت آ گئی کہ کوئی مسلمان اپنے گھر میں اس یقین کے ساتھ نہیں سو سکتا تھا کہ دوسرے دن وہ زندہ پلنگ سے اٹھے گا۔

ان قتل و غارت گری کے دنوں میں میں نے فوجی افسروں کے ساتھ دہلی کے مختلف علاقوں کا دورہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ مسلمان بالکل پست ہو گئے ہیں اور بے بسی کا ان کی طبیعتوں میں سرایت کر گیا ہے۔ بہتوں نے میرے مکان میں پناہ مانگی۔ شہر کے امیر اور مشہور خاندانوں کے لوگ میرے پاس محتاجی کے اس عالم میں پہونچے کہ تن کے کپڑوں کے سوا ان کے پاس کچھ نہ تھا۔ ان میں سے بہت سے ... باہر نکلتے ڈرتے تھے۔ ... دن یا ... کے فوجی پہرے کے ساتھ میرے گھر لائے گئے ... میرا مکان بھر گیا تو میں نے ... دیواروں کے اندر خیمے لگوا دیئے ... مرد، عورتیں، امیر، غریب، نوجوان، ... ہر قسم کے لوگ موت کے ڈر سے یہاں ... ساتھ ساتھ رہتے تھے۔

... بات جلد ہی معلوم ہو گئی کہ امن قائم ہونے میں کافی ... لگے گی۔ مختلف علاقوں میں دور دور پھیلے ہوئے مکانوں کی حفاظت ناممکن تھی۔ اگر ہم ایک علاقہ میں پہرے کا انتظام کرتے تو کسی دوسرے علاقے میں حملے ہونے لگتے۔ اس لئے ... سارے مسلمانوں کو یکجا کر کے انھیں محفوظ ... میں رکھ دیا جائے۔ ایک کیمپ پرانے قلعہ میں ... جہاں اب کوئی عمارت نہیں ہے ... باقی رہ گئی ہیں۔ ... بہت سے مسلمان یہاں لائے گئے ... اور انہوں نے تقریباً پوری ... ان ہی برجیوں میں گذار دیئے۔

فسادات کے دوران میں ... امن قائم رکھنے کے ... اسپیشل مجسٹریٹ مقرر کئے گئے تھے ... نہایت ... ان میں سے بعض نے اپنے فرائض کی ادائیگی میں ... ایک مجسٹریٹ کے ... میں تو مجھے اچھی طرح ... ایک روز ایک ہندو افسر ... اس کے پاس ... کہ ... مسلمانوں کے ایک علاقہ پر حملہ کا اندیشہ ہے، اور بعض خاندانوں کے لئے جان و مال کا خطرہ ہے۔ مجسٹریٹ نے ضروری کارروائی کے بجائے اس کانگریسی پر بے حسی کا الزام لگایا اور کہا کہ مجھے تعجب ہے کہ ایک ہندو مسلمانوں کے لئے مدد لینے آیا ہے۔

(انڈیا ونس فریڈم)

انتخاب آل انڈیا اردو ایڈیٹرس کانفرنس

آل انڈیا اردو ایڈیٹرس کانفرنس کے خصوصی اجلاس منعقدہ لکھنؤ کی مجلس استقبالیہ تشکیل دینے کے لئے اردو صحافیوں کا ایک جلسہ جناب محمد حسین شمس علوی مدیر فروغ اردو کی صدارت میں ایوان حیدر امین آباد میں منعقد ہوا۔

صدر جلسہ مولانا شمس علوی نے اردو اخبار نویسوں کی تنظیم کو ضروری مقصد قرار دیا اور اس بات پر مسرت ظاہر کی کہ آل انڈیا اردو ایڈیٹرس کانفرنس کا خصوصی اجلاس عنقریب لکھنؤ میں منعقد ہو گا۔ آپ نے حضرات کو شرکت فکر و توجہ دلائی۔ جلسہ کو خطاب کرنے والے حضرات میں جناب عابد الہ آبادی مدیر روزنامہ قومی جنگ، جناب سلامت علی مہدی اڈیٹر ہفت روزہ شکایت، جناب عشرت علی صدیقی اڈیٹر روزنامہ قومی آواز، جناب وحید الدین صدیقی اڈیٹر روزنامہ پیغام، خاتون صحافی مس تجزاد اور بزرگ صحافی الحاج امین سلونوی تھے۔ ان حضرات کی مختصر تقاریر اور تنظیم کے افادی پہلو پر غور و فکر کے بعد آل انڈیا اردو ایڈیٹرس کانفرنس کے عنقریب خصوصی اجلاس لکھنؤ کی مجلس استقبالیہ کے عہدیداران و مجلس انتظامیہ کے ممبران بالاتفاق رائے منتخب ہوئے۔

صدر: جناب عشرت علی صاحب صدیقی۔ ایڈیٹر روزنامہ قومی آواز لکھنؤ

(۱) نائب صدر: جناب الحاج امین سلونوی۔ اڈیٹر ا۔ ن بی لکھنؤ

(۲) حکیم عبدالقوی ... (۳) عمران زاہدی اڈیٹر سیاست جدید کانپور (۴) ... اڈیٹر ماہنامہ ... (۵) ... اڈیٹر ... مراد آباد

جنرل سکریٹری: جناب ہاشم عابدی الہ آبادی، ایڈیٹر روزنامہ قومی جنگ

سکریٹری: جناب سالم اللہ صدیقی اڈیٹر ہفت روزہ ... (۲) ... اڈیٹر ... (۳) ... (۴) ... مدیر ماہنامہ ... ایڈیٹر ... دنیا لکھنؤ۔

جوائنٹ سکریٹری: جناب خلیق احمد مدیر نوائے اردو لکھنؤ

آفس سکریٹری: ... نمائندہ قومی جنگ لکھنؤ۔

خازن: جناب امتیاز حسین ادیب (ایم ایل اے) لکھنؤ

ممبران مجلس عاملہ:

(۱) مولانا ... (۲) ... انصاری مدیر قومی ... (۳) ... (۴) ... (۵) ... محمد حسین شمس علوی مدیر فروغ اردو لکھنؤ ... (۶) ... (۷) ... (۸) ... عبد القدوس ... (۹) ... (۱۰) ... مدیر ماہنامہ کتاب لکھنؤ (۱۱) ... (۱۲) ... (۱۳) ... (۱۴) ... (۱۵) ... مولانا ... (۱۶) ... (۱۷) ... (۱۸) ... (۱۹) ... (۲۰) ... روشنی ... (۲۱) ... اڈیٹر ... کانپور۔

(... آفس سکریٹری)

یوسف اختر ندوی

رابطۂ عالم اسلامی کا وفد فلپائن میں

امن عالم کے داعی پوپ پال کے نمائندے کارڈینل ہر دوسرے ہفتے فلپائن کے عیسائیوں کے لئے ایک مخصوص ہوائی جہاز میں ویٹی کن سٹی سے جدید سازوسامان، کروڑوں ڈالر کی رقم اور دوائیں لاتے ہیں اور عیسائیوں کے سپرد کر کے واپس تشریف لیجاتے ہیں۔ یہی کارڈینل صاحب نائیجیریا میں مسلمانوں کا قتل عام کرنے کے لئے روزآنہ ہوائی جہازوں سے جدید اسلحہ نائیجیریا کے عیسائیوں کو پہونچاتے تھے۔

فلپائن کے عیسائیوں کی دولت مندی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک ایکڑ کی جو زمین ایک ہزار ڈالر میں فروخت ہوتی ہے وہ فلپائن عیسائی مسلمانوں سے دس لاکھ ڈالر میں محض اس وجہ سے خرید رہے ہیں کہ یہاں سے مسلمانوں کو اسی طرح بے دخل کر دیا جائے جس طرح یہودیوں نے فلسطین سے عربوں کو بے دخل کر دیا تھا۔

فلپائن کے مسلمانوں کا قضیہ دن بدن الجھتا جا رہا ہے۔ صدر مارکوس کی شدت پسندی اور بڑی طاقتوں کے دباؤ کی وجہ سے اندیشہ ہے کہ یہ خطہ ایک دوسرا ویٹ نام نہ بنجائے۔ سال بھر سے فلپائن کے چار جزیروں میں جہاں مسلمان رہتے ہیں مسلسل کرفیو نافذ ہے۔ بہترین فوج اور جدید ترین اسلحہ سے مسلح ہونے کے باوجود حکومت مسلمانوں کو دبانے میں ناکام رہی ہے۔ اس معرکہ آرائی میں اگر آٹھ مسلمان شہید ہوتے ہیں تو چار فوجی افسر ہلاک ہو جاتے ہیں۔ ابھی حال ہی میں پچاس بہترین فوجی افسران اور ایک جنرل مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں کام آ گئے تھے۔ لیکن صدر مارکوس اب بھی اس مسئلہ کو طاقت کے ذریعہ حل کرنے کی کوشش پر یقین رکھتے ہیں۔ بذات خود صدر مارکوس اپنے قدیم ہم وطنوں کے مسائل سمجھتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ یہ زرخیز ملک برباد اور خون ریزی کی وجہ سے ویٹ نام بنجائے۔ لیکن تینوں طاقتیں ــــ تین طاقتوں کی طرف سے دباؤ کی وجہ سے وہ محض اپنی کرسی بچانے اور اقتدار سے چمٹے رہنے کو ترجیح دینے پر مجبور ہیں۔ یہ تین طاقتیں ہیں امریکہ، صلیبی استعمار، اور عالمی یہودی طاقت۔

فلپائن اپنے نازک جغرافیائی پوزیشن کی وجہ سے امریکہ کے لئے مشرق میں داخل ہونے کا زینہ ہے۔ ویٹ نام پر یورش کرنے اور اس کو خاک و خون میں نہانے کے لئے امریکہ فلپائن کو رسدگاہ کے طور پر استعمال کرتا تھا، امریکہ کے فوجی اور دفاعی نظام میں فلپائن کو کلیدی اہمیت حاصل ہے اور وہ اس خطے سے کسی بھی قیمت پر دستبردار ہونا نہیں چاہتا اسی لئے صدر مارکوس کو ہر صورت میں باقی رکھنا چاہتا ہے تا کہ فلپائن اس کے تصرف میں باقی رہے۔ صدر مارکوس کو بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ اگر امریکہ انکی پشت پناہی نہ کرے گا تو وہ ایک منٹ کے لئے بھی اقتدار کی کرسی پر باقی نہ رہ سکیں گے، اب حالات تو ایسے سنگین ہوتے جا رہے ہیں کہ مارکوس کسی وقت بھی گولی کا نشانہ بن سکتے ہیں۔

دوسری طاقت صلیبی استعمار ہے جو ابھی تک انتقام کے جذبے سے بے خود ہے۔ اور اگر اس کا بس چلے تو پوری دنیا کے مسلمانوں کو چن چن کر ختم کر ڈالے، صلیبی طاقت کی علامت اگرچہ تمام مغربی ملکوں کو سمجھا جاتا ہے مگر اسکی بھرپور ترجمانی اور نمائندگی ویٹیکن سٹی کے وہ پوپ پال کر رہے ہے جو ہمیشہ امن عالم کی دہائی دیتے رہتے ہیں، پوپ پال کے نمائندہ کارڈینل نے فلپائن کے مسلمانوں کو تباہ کرنے کی ذمہ داری لے رکھی ہے وہ ہر دوسرے ہفتے فلپائن کے عیسائیوں کے لئے مخصوص ہوائی جہاز میں ویٹیکن سٹی سے جدید فوجی سازوسامان، کروڑوں ڈالر کی رقم اور دوائیں لاتے ہیں اور عیسائیوں کو سپرد کر کے واپس تشریف لیجاتے ہیں، فلپائن کے عیسائیوں کی دولتمندی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک ایکڑ کی جو زمین ایک ہزار ڈالر میں فروخت ہوتی ہے وہ فلپائن کے عیسائی مسلمانوں سے دس دس لاکھ ڈالر میں محض اس وجہ سے خرید رہے ہیں کہ یہاں سے مسلمانوں کو اس طرح بے دخل کر دیا جائے جس طرح یہودیوں نے فلسطینی عربوں کو بے دخل کر دیا تھا۔ اس غیر معمولی قیمت، شفاخانوں کی مفت سہولتوں اور اعلیٰ تعلیمی اداروں میں تعلیمی ضروریات مفت ہونے کے باوجود مسلمان کسی قیمت پر اپنی زمین، اپنے عقیدے اور تہذیب سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں، اگرچہ مسلمان مالی اعتبار سے سب سے زیادہ پسماندہ ہیں مگر اپنی اس بے سروسامانی کے باوجود طاقتور ملک اور مسلح افواج کا مقابلہ کر رہے ہیں اور جدید مادی آسائشوں اور عیش و تنعم کی زندگی کو ترجیح دینے کے لئے ہرگز تیار نظر نہیں آتے۔

ویٹیکن سٹی کے یہی نمائندہ کارڈینل صاحب نے نائیجیریا میں مسلمانوں کا قتل عام کرنے میں مرکزی رول ادا کیا تھا اور روزآنہ ہوائی جہازوں سے جدید اسلحہ نائیجیریا کے عیسائیوں کو پہنچاتے تھے۔

تیسری اہم طاقت جو فلپائنی مسلمانوں کے قتل میں براہ راست حصہ لے رہی ہے وہ ہے عالمی صیہونی طاقت۔ جو براہ راست فلپائن کے عیسائیوں کو تخریب کاری اور فلپائنی فوجیوں کو چھاپہ مار لڑائی کی تربیت دے رہی ہے۔ اسرائیل فوجی مشیر فلپائن میں اس وقت دو سو کی تعداد میں کام کر رہے ہیں۔

فلپائن کے ان حالات نے تمام دنیا کے مسلمانوں کو بے چین بنا دیا تھا، چنانچہ رابطہ عالم اسلامی نے سب سے پہلے اس مسئلہ کی طرف توجہ کی اور حکومت فلپائن سے خط و کتابت کے ذریعہ اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی۔ بعد میں حکومتی سطح پر اسلامی وزرائے خارجہ کانفرنس نے اس مسئلہ کو اپنے ہاتھ میں لیا، اور تین نمائندوں کو فلپائن بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ مگر صدر مارکوس نے کہا کہ ہم حکومتی سطح پر اس دورے کو پسند نہیں کرتے اور اس کو ہم براہ راست مداخلت سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی غیر سرکاری وفد آئے تو ہم اس کا خیر مقدم کریں گے۔ چنانچہ تنکو عبدالرحمٰن اور ان کے رفقاء فلپائن کا دورہ نہ کر سکے۔

رابطہ عالم اسلامی نے ایک وفد مشرق بعید بھیجنے کا فیصلہ کیا تھا۔ چنانچہ اس وفد نے بارہ ملکوں کے تقریباً پچاس شہروں کا دورہ کیا، پاکستان، انڈونیشیا اور ملیشیا کو چھوڑ کر باقی تمام ملک غیر اسلامی تھے۔ وفد نے حسب ذیل ملکوں کا دورہ کیا۔ ہندوستان، پاکستان، ملیشیا، انڈونیشیا، جاپان، سنگاپور، چین، فلپائن، لنکا، تھائی لینڈ، برما اور آسٹریلیا (ان ملکوں میں تقریباً چار سو ملین مسلمان مجموعی طور پر رہتے ہیں) رابطہ کے وفد میں حسب ذیل حضرات شامل تھے۔ ابراہیم سقاف، کونسلر جنرل حکومت سعودی عرب متعینہ سنگاپور، محمد منظور الحق نائب جنرل رابطہ عالم اسلامی، محمد اسعد شہاب سکریٹری وفد۔ تینوں حضرات رابطہ عالم اسلامی کے بنیادی ممبروں میں سے ہیں۔

جب یہ وفد فلپائن پہنچا تو سب سے پہلے اس نے صدر مارکوس سے تفصیلی ملاقات کی اور حکومت کے نقطۂ نظر سے پوری واقفیت حاصل کی اس کے بعد یہ وفد ان چار بڑے صوبوں میں گیا جہاں فلپائن کے چار ملین مسلمان رہتے ہیں۔ ان مسلمانوں نے وفد کا بڑا زبردست خیر مقدم کیا، مختلف تقریبات اور جلسوں میں ان کی پذیرائی کی گئی مسلمانوں نے وفد کی آمد کو اپنے مقصد کے لئے مفید بتایا اور اس کا اظہار کیا کہ ہم سب سمجھتے ہیں کہ تمام دنیا کے مسلمان ہمارے ساتھ ہیں۔ اس وفد کی آمد سے ہمارے حوصلے بلند ہو گئے ہیں۔ رابطہ کا یہ وفد دور دراز جنگلوں میں بھی گیا اور ان سرفروش مجاہدوں سے بھی ملا جو بے سروسامانی کے باوجود ایک جدید مسلح فوج کا بے جگری سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ مجاہدین کی جماعتوں نے وفد کو فوجی تربیت کے مراکز دکھائے اور اسلامی ترانوں سے ان کا خیر مقدم کیا وفد نے فوجی پریڈ کا معائنہ بھی کیا، عین اس وقت جبکہ رابطہ کا یہ وفد پہاڑیوں میں کمین گاہوں کا معائنہ کر رہا تھا اسی وقت معرکہ آرائی بھی ہو رہی تھی، وفد نے خود بھی تصادم کا مشاہدہ کیا، فوجی جوانوں کے ساتھ بیٹھ کر ابلے ہوئے چاول کھائے، کچھ دیر ان کے دکھ درد میں شریک رہے اور ان کو حوصلہ مندی اور عزم و جوانمردی سے کام لینے کی تلقین کر کے منیلا واپس آ گیا۔ واپسی میں یہ وفد پھر صدر مارکوس سے ملا، اور مسلمانوں کے مطالبات بتائے اور کہا کہ مسلمان ان صوبوں میں خود مختاری چاہتے ہیں اسلئے کہ یہاں ان کی اکثریت ہے۔ وفد نے کہا کہ ان چاروں صوبوں میں مسلمان ہی حکمراں ہوں اور انہیں کی فوج رہے۔ وفد نے صدر مارکوس سے یہ بھی کہا کہ اگر وہ مسلمانوں کو محدود آزادی دینے پر تیار ہوں تو اسلامی وزرائے خارجہ کانفرنس کے ذمہ داروں کو یہاں مزید گفت و شنید کے ذریعہ بات طے کرانے کیلئے بھیجا جا سکتا ہے۔ صدر مارکوس نے اس مسئلہ پر غور کرنے کا وعدہ کیا مگر بیان کے جاری کرنے سے انکار کر دیا۔ وفد کے ممبران کا خیال ہے کہ تین بڑی طاقتوں کی سازش کی وجہ سے فلپائنی مسلمانوں کا مسئلہ حل ہوتا نظر نہیں آتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ فلپائنی مسلمان، ہتھیاروں سے اپنا مطالبہ منوانے پر مجبور ہوں گے۔!!

چند حیات آفریں پیغامات

"اس زمانے کے لوگ لکھتے زیادہ ہوتے ہیں پڑھتے کم"

(حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

اس رسالہ کو جو ہر حیثیت سے جاذب نظر اور دیدہ زیب ہے دیکھ کر ان طلبائے عزیز کو جنہوں نے اس کی ترتیب میں حصہ لیا ہے مبارکباد کے ساتھ جو مشورہ دینے کا تقاضا ہوتا ہے وہ یہ کہ وہ اس اصول کو ہمیشہ کے لئے یاد رکھیں کہ ایک صفحہ لکھنے کے لئے سَو صفحے دیکھنے اور پڑھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور وہی تحریر نظر افروز اور معلومات افزا ہوتی ہے اور اس کے مطالعہ سے پڑھنے والوں کو کچھ ملتا ہے۔ جس کے لکھنے سے پہلے صدہا صفحات پڑھے گئے ہوں۔ اور کئی کئی بار غور کیا گیا ہو۔ مجھے امید ہے کہ دار العلوم کے اہل قلم ایک بصر کی اس معنی خیز تعریض سے بچنے کی کوشش کریں گے کہ "اس زمانے کے لوگ لکھتے زیادہ ہوتے ہیں پڑھتے کم"۔

آپ جس درسگاہ کے چشم و چراغ ہیں اس کے بانیوں اور اسلاف کا شعار مطالعہ کی وسعت فکر کا عمق اور جانکاہی اور جگر کاوی رہا ہے۔

(مولانا) ابوالحسن علی ندوی
(ناظم ندوۃ العلماء)

"...بس ندوی ہی رہیے"

(مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی)

عزیزم! وعلیکم السلام

یہ تازہ نسبت ہم وطنی خوب رہی۔ دلچسپ و طبع زاد اگرچہ برائے نام سہی! ایسی ہی جیسے میں ندوی ہوں صرف برائے نام سہی۔ کوئی بڑا ندوی ہوتا تو اس کے سامنے یہ مصرعہ پڑھنے والا تھا — ع

میرا لہو بھی خوب ہے تیری حنا کے بعد

پیام اور کیا ہو سکتا ہے سوا اس کے کہ قدرت نے آپ لوگوں کو ندوی بنا کر بھیجا ہے بس ندوی ہی رہیے۔

ندوہ خواہ محمد علی مونگیری کا ہو (رحمۃ اللہ علیہ) خواہ شبلی نعمانی کا ہو (نعماللہ مرقدہ) حقیقت دونوں کی ایک ہے اور وہ ہے خلافت خدمت اتحاد ملت۔

والسلام

(مولانا) عبد الماجد (دریابادی)
۲۲ مارچ ۱۹۶۳ء

"علماء کتاب و سنت کے رموز سے آشنا اور زمانہ کے تقاضوں سے باخبر ہوں"

(مولانا عبد السلام صاحب ندوی)

رسالہ الاصلاح انجمن الاصلاح کا ترجمان ہے۔ یہ انجمن کہنے کو تو طلبہ کی انجمن ہے لیکن درحقیقت یہ دار العلوم ندوۃ العلماء کے مقاصد کی تکمیل کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ ندوۃ العلماء کی تحریک دینی و دنیاوی اور اسلامی علوم کی جدید تشکیل کرے۔

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق

علماء ایک طرف سے کتاب و سنت کے رموز سے آشنا ہوں اور دوسری طرف زمانے کے تقاضوں سے باخبر ہوں اس غرض کے حصول کے لئے درس میں ایسے علوم داخل کئے گئے جن سے طلبہ شریعت کے مسائل اور مصالح سے واقف ہوں اور پھر اجتماعی و انفرادی زندگی میں انہیں بروئے کار لانے کی صلاحیت رکھتے ہوں لیکن درسی کتابوں کے محدود صفحات اور محدود اوقات میں اتنی گنجائش نہیں ہو سکتی کہ زندگی کے تمام پہلو زیر بحث آسکیں اس کے لئے مطالعہ میں مزید وسعت کی ضرورت ہے اور تازہ لٹریچر برابر نگاہوں سے گذرتا رہنا ناگزیر ہے تاکہ سماج کی تبدیلیاں ہر وقت پیش نظر رہیں اور ان کے مطابق کام کر سکنے کی صلاحیت پیدا ہوتی رہے۔ انجمن الاصلاح اسی مقصد کے لئے قائم کی گئی تھی اور دار العلوم کی تاریخ شاہد ہے کہ اس کے ذریعہ طلبہ کو جتنی بہا فائدہ پہنچا آپ کو ندویوں کی وسیع برادری میں جو اشخاص بھی کسی اعتبار سے ممتاز نظر آئیں گے وہ الاصلاح ہی کے مرہون منت ہوں گے الاصلاح کے ذریعے زمانے کے تقاضوں کو انہوں نے سمجھا اور اسی کے ذریعے ان کے اندر صلاحیت پیدا ہوئی کہ وہ اپنے ہم عصروں میں ایک ممتاز مقام حاصل کر سکیں۔

خوشی کی بات یہ ہے کہ الاصلاح آج بھی قائم ہے اور لیل و نہار کی گردشوں کے باوجود اس کا فیض اب بھی پہنچ رہا ہے اور خدا کے فضل سے امید ہے کہ یہ چشمۂ فیض برابر جاری رہے گا، اور دار العلوم کے مقاصد کی تکمیل اس کے ذریعے ہوتی رہے گی۔

پیش نظر رسالہ میں خامیاں نظر آئیں گی لیکن جن حالات میں مرتب ہوا ان کو دیکھتے ہوئے یہ بہت غنیمت ہے اور مرتب اور ان کے معاونین قابل مبارکباد ہیں۔ فقط

عبد السلام ندوی
۲۲ مارچ ۱۹۶۳ء

"آپ چاہیں تو یہ مشکل نہیں"

(مولانا محب اللہ صاحب لاری ندوی)

ندوۃ العلماء کے سامنے دو اہم مقاصد تھے

(۱) مغربی علوم و فنون، افکار و تصورات نظریات و خیالات اور تہذیب و تمدن کا سیلاب جو مسلمانوں کو اپنی طرف بہائے لئے جا رہا تھا پورے عزم پوری ہمت اور پورے حوصلے کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا جائے اور اس طرح ایک مرتبہ پھر دنیا کے سامنے صدیقی اعلان "أينقص الدين وأنا حي" کا مظاہرہ ہو جائے۔

(۲) قرآن و سنت کی پوری پوری حفاظت کی جائے۔ اپنے علم سے بھی اور عمل سے بھی۔ علمی حیثیت سے قرآن و سنت کا ایسا مطالعہ ایسا وسیع و ہمہ گیر جامع و عمیق محققانہ و مجتہدانہ اور معیاری ہو کہ جب ہم جدید نظریات، سیاسیات و اقتصادیات اور تمدن و معاشرت کے مسائل پر اسلامی نقطۂ نظر پیش کریں تو شریعت اسلام کے مقابلہ میں مغرب کا معراج ترقی شریعت اسلام کا پائے ولیس نظر آئے۔

صحابہ کرام نے سنت کی حفاظت گفتار سے نہیں کردار سے کی تھی۔ ان کی پوری زندگی قرآن کریم کی تفسیر اور حدیث پاک کی تشریح و ترجمانی تھی اگر ہم اپنی عظمت رفتہ کو واپس لانا چاہتے ہیں تو ہمارے لئے سوائے اس کے چارہ کار نہیں کہ ہماری زندگی وہی ہو جو صحابہ کرام کی زندگی تھی۔ اسی زندگی نے ہم کو جہاں گیر و جہاں دار و جہاں بان و جہاں آرا بنایا تھا یہ معجزہ آج بھی رونما ہو سکتا ہے۔

اپنے ان دو نہایت ہی اہم مقاصد کی تکمیل کے لئے ندوۃ العلماء نے جو تدبیریں اختیار کیں ان میں ایک تدبیر یہ بھی تھی کہ ایک ایسی درسگاہ کھولی جائے جس کا طریقۂ تعلیم و نصاب تعلیم قدیم و جدید کی خامیوں سے پاک اور ان کی خوبیوں کا جامع ہو تاکہ اس سے جو افراد تعلیم پاکر نکلیں وہ قوم کے جدید و قدیم دونوں طبقات کی دینی و دنیاوی رہنمائی کر سکیں۔

دار العلوم کے قیام کے بعد ندوۃ العلماء کے مذکورہ بالا مقاصد کا عملی نمونہ پیش کرنے کے لئے دوسرا قدم یہ اٹھایا گیا کہ الندوہ جاری کیا گیا۔ الندوہ کیسا پرچہ تھا، حضرت سید صاحب نے اس کا کچھ حال لکھا ہے گنجائش نہیں کہ پوری تحریر نقل کی جاسکے چند سطروں پر اکتفا کرنا پڑ رہا ہے۔

اس پرچہ میں علوم اسلامیہ کی تجدید عقل و نقل کی تطبیق، معقول و منقول اور قدیم و جدید علوم کے موازنہ اور عربی نصاب تعلیم کی اصلاح پر بہت سے محققانہ مضامین شائع ہوئے۔

. . . .

اس سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ علماء کے سامنے جدید مباحث کا دروازہ کھلا، اسلام اور علوم اسلام کی خدمت کے نئے طریقے ان کو نظر آئے، زبان و بیان کے انداز و پیرایہ بیان معلوم ہوئے۔ الندوہ کا اثر خصوصیت سے نوجوان علماء اور قریب فارغ التحصیل طلباء پر بے حد پڑا، نام نہیں لوں گا مگر بتا سکتا ہوں کہ بڑے بڑے مقدس آستانوں اور درگاہوں کے حاشیہ نشینوں نے اس طرز نگارش اور پیرایۂ بیان کی نقل اتاری اور اپنے اپنے دائرہ میں ناموری حاصل کی اور ان سے دین و ملت کو فائدہ پہونچا خود دار العلوم ندوہ کے طالب علموں کو اس سے بہت فائدہ اور کئی مستعد طالب علموں کی (جو اس وقت مشہور مصنف ہیں) بسم اللہ اسی دبستان سے ہوئی ہے"

الندوہ میں دار العلوم ندوہ کے طلباء کے مضامین پڑھ کر مولانا حالی باغ باغ ہو گئے اور علامہ شبلی کو ان الفاظ میں مبارکباد دی۔ "سب سے زیادہ خوشی اس بات کی ہے کہ دار العلوم نے اپنی تعلیم کا نہایت ہی عمدہ نمونہ پہلی ہی بار پیش کیا ہے۔ بارک اللہ فیہا وفی طلبتہا و تعلیمہا۔ مجھے امید نہیں بلکہ یقین ہے عربی کی کامل تعلیم اور انگریزی کی بقدر ضرورت واقفیت قوم میں ایسے لائق مضمون نگار اور مصنف پیدا کرے گی کہ خالص انگریزی تعلیم آج تک ویسا ایک بھی نہ پیدا کر سکی۔"

عزیز طلبہ! آپ مجھ سے پیغام چاہتے ہیں میں آپ کو پیغام کیا دوں۔ ندوہ کا پیغام آپ کے سامنے ہے اسی پیغام کا حامل

طلبائے دار العلوم ندوۃ العلماء کی یونین "انجمن الاصلاح" کے سالانہ میگزین کے لئے مشاہیر اہل علم کے ارسال کردہ پیغامات اپنی اہمیت و افادیت کے پیش نظر افادۂ عام کے لئے "تعمیر حیات" میں شائع کئے جا رہے ہیں۔ طلباء کے اس میگزین کے مدیر ہیں، عتیق الرحمٰن دریابادی۔

آپ کا دار العلوم ہے جس میں آپ تعلیم و تربیت پا رہے ہیں — "الندوہ" بیشک نہیں ہے لیکن اس کی جگہ پر آپ کا رسالہ "الاصلاح" ہے۔ میری دلی تمنا ہے کہ آپ تعلیم و تربیت میں دور اول کے طلباء کے ندوہ کا نمونہ ہوں۔ اور آپ کا پرچہ "الاصلاح" الندوہ کا صحیح مثنیٰ ہو جسے پڑھ کر مولانا حالی کی طرح دنیا ایک مرتبہ پھر اعتراف کرنے پر مجبور ہو کہ دار العلوم اپنی تعلیم و تربیت کا جو عمدہ نمونہ پیش کر رہا ہے اور جیسے لائق مضمون نگار اور مصنف پیدا کر رہا ہے محض انگریزی تعلیم آج ویسا ایک بھی پیدا نہ کر سکی۔

آپ چاہیں تو یہ مشکل نہیں، محنت اور توجہ ہو تو ہر کام آسان ہو جاتا ہے۔

(مولانا) محب اللہ ندوی (ایم۔ اے علیگ)
(مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

"علاج اس کا وہی آب نشاط انگیز ہے ساقی"

(مولانا محمد اویس صاحب ندوی)

دسمبر ۱۹۲۶ء میں جامعہ عثمانیہ حیدر آباد کا جلسہ تقسیم اسناد منعقد ہوا اس جلسہ میں نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں صاحب مرحوم شروانی نے ایک دلگداز تقریر فرمائی جس میں انہوں نے اپنے استاد مولانا لطف اللہ صاحب مرحوم کا خاص طور سے ذکر فرمایا — حضرت الاستاد سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس تقریر کا ذکر معارف (جنوری ۱۹۲۷ء) میں کرتے ہوئے بڑے درد سے تحریر فرمایا کہ:

"علیگڑھ کے جس علمی حجرہ (مولانا لطف اللہ صاحب کا مسکن) کی یاد انہوں نے فرمائی — جو گو بظاہر نہایت تنگ تھا تاہم اس کے فیض و برکات کے دریا کا پاٹ لین سے بخارا تک وسیع تھا وہ خواب تھا جو دیکھ چکے۔ اب تو ہماری درسگاہوں کی تعمیری وسعت گو لین سے بخارا تک ہو۔ لیکن اس کی علمی تنگی اس حجرہ سے بھی کہیں زیادہ ہو گی۔ چہل پہل رونق اور شان و شکوہ سب کچھ ہے مگر روح کا فقدان ہے مردہ لاش کو تمام سجاوٹ اڑھا کر اس کی پُر رونق اور پر شکوہ شکل و صورت میں ہم محو تماشا ہیں۔"

عزیز طلبہ کے لئے میرا پیغام صرف یہی ہے کہ جس روح کے فقدان کا حضرت الاستاد رحمۃ اللہ علیہ نے نوحہ پڑھا ہے اس کی جستجو کیجئے اور اس کو پانے کی کوشش کیجئے۔ ہمارے درد کا اصلی درماں یہی ہے ؎

"علاج اس کا وہی آب نشاط انگیز ہے ساقی"

(مولانا) محمد اویس ندوی نگرامی، شیخ التفسیر ندوۃ العلماء
۲۱ فروری ۱۹۶۳ء

"زندگیاں بدل سکتی ہیں۔ حالات کا رخ موڑا جا سکتا ہے"

(مولانا محمد رابع صاحب ندوی)

عزیزان گرامی! اس درسگاہ میں آپ کو جو علم پیش کیا جاتا ہے، وہ ان مقاصد کو بہت کم پورا کرتا ہے جو زمانہ کی رائج الوقت درسگاہوں میں مہیا کئے جانے والے علم سے پورے ہوتے ہیں، ان رائج الوقت درسگاہوں میں علم حاصل کرنے کا نتیجہ یہ ضرور ہوتا ہے کہ آدمی اس دنیا میں قدم جمانے، پیٹ کو بھرنے اور تن کو ڈھکنے کے مقصد کو خاصی حد تک حاصل کر لیتا ہے ان درسگاہوں کی یہ وہ خوبی ہے جو کسی سے ڈھکی چھپی نہیں اور آپ سے بھی مخفی نہ ہوگی، لیکن آپ نے اس کے باوجود ان درسگاہوں کو چھوڑ کر ندوۃ العلماء نامی اپنی اس مادر علمی کا قصد کیا جہاں مذکورہ بالا مقصد کے حصول کی توقعات خاصی کمزور ہیں۔ ظاہر ہے کہ آپ نے یہ خطرناک اقدام صرف اسی صورت میں کیا کہ آپ کی نظر عام رائج الوقت مقصد سے آگے زیادہ عظیم مقصد کی طرف تھی، میں آپ کو آپ کے مقصد کی اس بلندی، دور اندیشی اور اولو العزمی پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

عزیزان گرامی! آپ کا یہ قلمی صحیفہ جو ایک مہذب اور حسین شکل میں میرے سامنے ہے اگرچہ ایک مختصر قلمی اور محض سالانہ مدت تک محدود رہنے والا رسالہ ہے لیکن اگر آپ کے اس عظیم مقصد کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے تو یہ اگر اپنی اس خوبصورت شکل میں بھی نہ ہوتا تو بھی بہت شاندار اور بلند تھا کیونکہ یہ آپ کی ان صلاحیتوں کا ہراول ہے جن سے کل کے روز قوموں کی زندگیاں بدل سکتی ہیں اور حالات کا رخ موڑا جا سکتا ہے اور انسانیت کی ایسی قیمتی مدد کی جا سکتی ہے جو بعض وقت سیکڑوں ادارے مل کر بھی کرنے سے معذور رہتے ہیں۔

عزیزان گرامی! اگر آپ نے اپنی قدر پہچانی ہے اور اپنے کو اپنے اس صحیح مقام پر رکھا ہے جس پر آپ کو آپ کی ملت آپ کا مذہب رکھنا چاہتا ہے اور جس پر آپ کو دیکھنے کی آپ کے اسلاف نے تمنا کی ہے تو آپ صرف انسانوں کی نظر میں ہی نہیں بلکہ فرشتوں کی نظر میں بھی قابل صد احترام و محبت ہیں۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ ان الملائکۃ لتضع اجنحتہا لطالب العلم رضا بما یصنع۔

میں ان الفاظ کے ساتھ اپنی نیک خواہشات کو جو خواہ آپ کی نظر میں پیغام کا مقام رکھتی ہوں خواہ ستائش اور خواہ نصیحت کا مقام پوری محبت اور خیر خواہی کے جذبہ کے ساتھ آپ کو پیش کرتا ہوں۔

(مولانا) محمد رابع ندوی
(ادیب اول دار العلوم)　　۴/۲/۶۳ء

"زمانہ منتظر ہے اک نئی شیرازہ بندی کا"

(جناب ماسٹر محمد عبد السمیع صاحب صدیقی)

وہ گل جس گلستاں میں جلوہ فرمائی کرے غالب
چٹکنا غنچۂ گل کا، صدائے خندۂ دل ہے

نونہالان ندوہ کا یہ پرچہ "الاصلاح" اس سال کا آب و تاب سے نکلا ہے۔ ظاہری رنگینیت اور معنوی نکہت کے آمیزش امتزاج سے وجود میں آیا ہے۔ گلستان ندوہ میں غنچوں نے چٹک کر ہم آہنگی کے ساتھ ایسا گلدستہ تیار کیا ہے جو جدید تر ہونے کے ساتھ ابھرتی ہوئی صلاحیتوں کو اجاگر کرتا ہے۔ یہ وہ آئینہ ہے جس میں ذہن ندوہ کی جھلک نظر آتی ہے۔ یہ دینی، علمی اور ادبی پرچہ کی کامیابی کے ساتھ فکر کا بھی حامل ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔

شاید کہ زمیں گرد سوار سے باشد

عتیق اثری صاحب کی کاوشوں اور محنتوں کا ثمرہ ہے ایک ایسا نقش ہے جس میں مستقبل کی رہنمائی پوشیدہ ہے بلکہ ایک دستاویز ہے۔ دور حاضر میں اس کی سخت ضرورت ہے کہ نوجوانوں کو صاف اور ستھرے خیالات سے علمی ان کے فکری لمحات کو ایسی غذا میسر آئے جس سے صالح خون رگوں میں دوڑے۔ خیالی دنیا میں نہیں بلکہ علمی دنیا میں پیکر صدق و صفا بنیں۔ امید کہ انجمن الاصلاح اس زرخیزی کو شادابی بخشے گی جس سے فکر و عمل کی دعوت دینے والی شخصیتیں پیدا ہوں۔ اور ایسی نکھار پیدا کریں جو موجودہ طوائف کو دور کرے۔ یہ اظہار تمنا اس لئے ہے کہ ؎

زمانہ منتظر ہے اک نئی شیرازہ بندی کا
بہت اب ہو چکی اجزائے عالم کی پریشانی

اردو زبان کی بے زبانی کام آ رہی ہے اردو رسالے، اردو ماہنامے اور اردو پرچے اپنا کام انجام دے رہے ہیں حوادثات کا مقابلہ کرتے ہیں، سیاسیات کا رخ بدلنے میں کس قدر کامیاب نظر آتے ہیں۔ غالب کیسی مردانگی کا ثبوت اپنے شعر سے دے رہے ہیں ؎

لکھتے رہے جنوں کی حکایات خونچکاں
ہر چند اس میں ہاتھ ہمارے قلم ہوئے

عتیق صاحب اور ان کے رفقاء قابل صد مبارکباد ہیں جو ذہنی علمی اور ذہنی تربیت کے لئے الاصلاح فورم (Forum) سے خدمت انجام دے رہے ہیں۔

دعا کرتا ہوں کہ گلشن ندوہ اور چھوٹے پھلے فرزندان ندوہ میں دنیا نبض شناس آئے اور صحیح معالج بن جائیں (آمین)

دعا گو
محمد سمیع صدیقی (ایم۔ اے، بی ٹی)

"شمع جلتی رہے ہوتا رہے محفل کو فروغ"

(جناب مولانا عبد اللہ عباس ندوی)

مجھے اپنی درسگاہ ندوہ سے عقیدت اور اس سے وابستہ طلبہ سے محبت ہے یہاں کی ہر چیز مجھے اچھی لگتی ہے طلبہ کی ہر کاوش حسین معلوم ہوتی ہے، میں آپ کے پرچہ کو کامیاب، معیاری، دلکش اور حسن ترتیب کا اچھا نمونہ پاتا ہوں لیکن معلوم نہیں یہ میری حسن ظن ہے کہ کار خود ہے یا واقعی ایسا ہے، یہ دور دراز سے پوچھئے اور جہاں تک میرا تعلق ہے

از ہجر حکایت ہمہ دو خواہم دیر

خدا کرے یہ سلسلہ جاری رہے اور یہ شمع جلتی رہے ہوتا رہے محفل کو فروغ

(عبد اللہ عباس ندوی)

جب ان کی حیثیت ہندوستانی سیاست میں صفر تھی۔

رات کے نو بجے تھے ڈائننگ ہال ختم ہو چکا تھا۔ کالج کے طالب علم اپنے اپنے کمروں میں [illegible] یا مطالعہ میں مصروف تھے کہ دفعتاً ایک سمت سے [illegible] کی آواز آئی اس کے بعد دوسری سمت سے اور زیادہ زور کی آواز آئی [illegible] تو تھوڑی دیر بعد ہر شخص سمجھ گیا کہ گاندھی جی کالج کے حدود میں پہنچ گئے ہیں اور یہ ان کا خیر مقدم ہے۔

[illegible]

وہ... جسے آزاد ہندوستان نے فراموش کر دیا

[illegible]

تعدد ازدواج — اور پُرسکون زندگی — خوشگوار معاشرہ

[illegible]

نفسیات

شفیق احمد درجہ ہفتم

... کہ وہ اپنے شوہر کی شریک حیات نہیں۔

[illegible]

مظفر الحق ندوی

مولوی مظفر الحق صاحب ندوی بی۔ اے (علیگ) پارٹنر نیو لائٹ بنیسر کانپور، تجارتی سلسلے میں مختلف ایشیائی اور یورپی ممالک کے سفر پر روانہ ہوئے ہیں۔ موصوف نے ان ممالک کے چشم دید حالات و تاثرات "تعمیر حیات" کے لئے بھیجنے کا اہتمام کیا ہے۔ اردن کا یہ تیسرا خط ہے۔

ایک دلچسپ اور معلومات افزا رُوداد سفر

مجھے افسوس ہے کہ ادھر ایک ماہ سے زاید سے میں کوئی خط نہیں لکھ سکا۔ میں اردن کے شمالی علاقہ اربد میں کافی دنوں رہا۔ واقعہ یہ پیش آیا کہ عمان پہونچنے کے بعد میں تبلیغی جماعت کے مرکز الحمد میں زیارتوں کے لئے حاضر ہوا۔ اتفاق سے وہاں ہندوستان پاکستان اور نائجیریا کی مختلف علاقوں کی جماعتیں اردن کے شمالی علاقہ اربد کے لئے تیار تھیں۔ مجھے ان لوگوں نے باصرار لے لیا، اور میں ان جماعت کے ساتھ کافی دنوں رہا۔ اس اثنا میں اردن کی شہری زندگی و دیہاتی زندگی انکی معیشت و طرز بودوباش کو دیکھنے کا موقع ملا۔ اردن کا چھوٹا سا ملک بھی مشرق وسطیٰ کے ملکوں میں شامل کیا جاتا ہے۔ یہاں سلطنت ہاشمیہ تین نسلوں سے چلی آرہی ہے۔ اور اس وقت اس کے بادشاہ شاہ حسین ہیں۔ عوام کے دلوں میں اپنے بادشاہ کی محبت ہے اور اس چھوٹی سی سلطنت کو ...

اور یہاں کے کارخانہ کے لئے خام تیل سعودی عرب سے آتا ہے۔ اس ملک کی معیشت کا انحصار بیشتر امداد پر ہے۔ یونائیٹڈ نیشن کی امداد کے علاوہ عرب ممالک کویت سعودی عرب اور لیبیا مختلف شکلوں میں امداد دیتا ہے ___ اور بہرحال یہ بات خاصی اہم ہے کہ ایک چھوٹے سے ملک پر پناہ گزینوں کی ایک بڑی تعداد کا بوجھ اور بار بار پڑا لیکن انکی معیشت میں کوئی فرق نہیں آیا۔

میں اُردن کے ذمہ داروں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے بڑی خندہ پیشانی سے پناہ گزینوں کے مسئلہ کا سامنا کیا۔ اور اس کٹھن مرحلے سے گذر چکے ہیں۔ فلسطینی پناہ گزینوں کا مسئلہ انسانیت کے چہرے پر ایک بدنما داغ ہے۔ اور عالمی سیاست کے میدان میں بڑے اور تنگ نظر سیاست داں اپنی تنگ نظری و مفادات کی خاطر انہوں نے فلسطینیوں کو صحرا اور پہاڑوں کے بیچ چھوڑ دیا ہے جہاں وہ در در کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ ان کے پیچھے اپنے گھر کے تصور سے ناواقف ہیں۔ کیمپوں میں پیدائش ہوئی اور کیمپوں میں ...

معارف میں وہ کئی ہزار فٹ بلند چوٹی پر آپ کو لے جائے گی۔ اتنی بڑی آبادی پہاڑیوں پر آباد ہے کہ رات کے وقت ان پہاڑیوں سے روشنی کے جھرمٹ اس طرح نظر آتے ہیں جیسے آسمان میں ستارے چمک رہے ہوں۔ یا کوئی مصنوعی کہکشاں بنا دیا گیا ہو۔ یہ منظر بھی خاصا عجیب نظر آیا۔ اس کے علاوہ چھوٹے شہروں میں بھی یہ بات نظر آئی کہ ساری آبادیاں پہاڑیوں پر ہے۔ میں تحقیق تو نہیں کر سکا لیکن اندازہ ہے کہ یہ آبادیاں سطح سمندر سے خاصی بلند ہیں۔ کیونکہ سخت ترین گرمی کے دنوں میں یہاں ہمارے یہاں کے فروری مارچ کا موسم پایا جاتا ہے۔ اور درجہ حرارت ۲۰ ــ ۲۵ سے زیادہ نہیں جاتا۔ دیہات کی آبادیوں میں سب سے پرلطف منظر زیتون کے باغات ہیں۔ جو پہاڑوں کی وادیوں میں دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ...

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

ایران ـ کیا دیکھا، کیا پایا؟

اعلیٰ اخلاق، لطیف جذبات، مہمان نوازی، تواضع و انکسار، اسلامی آثار ـــ اور عالمگیر اسلامی اخوت و اتحاد سے دلچسپی، عربی زبان سے تعلق، اسلامی لٹریچر کی اشاعت کا جذبہ

ایران کا یہ سفر اپنی نوعیت و اثرات و نتائج کے لحاظ سے بہت اہم تھا۔ ایران کی مجلسوں اور حلقوں میں اسکا خوب چرچا ہوا۔ ریڈیو اور ٹیلیویژن کے ذریعہ بھی اسکی اشاعت ہوئی، سیر و سیاحت سے دلچسپی رکھنے والے اس جائزہ سے سفر کی ایک اجمالی تصویر اپنے ذہن میں تیار کر سکتے ہیں، اور اس سفر کی تاریخی قدر و قیمت اور علمی و سماجی فوائد کا ایک عام اندازہ کر سکتے ہیں۔

سفر کے اختتام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اپنے نقوش و تاثرات بھی پیش کئے جائیں اس لئے کہ اس سفر کی صرف اسی وجہ سے اہمیت نہیں ہے کہ یہ مشرق کے ایک اسلامی ملک کی سیاحت اور خیرسگالی کا دورہ تھا بلکہ اپنے اثرات و نتائج کے اعتبار سے یہ سفر تمام تاریخی سفرناموں اور آثار قدیمہ کی زیارت اور جذبۂ خیرسگالی سے زیادہ نتیجہ خیز تھا۔ ہم اس موقع پر اس سفر کے ان خوشگوار اور تابناک پہلوؤں کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں جن سے ہمیں کام کا ایک نیا میدان اور امید کی ایک نئی کرن دکھائی دیتی ہے، اور جو مستقبل کے لئے فال نیک بن سکتے ہیں، ہم ایسے اہم پہلوؤں کی طرف بھی اشارہ کریں گے جو باعث حیرت ضرور ہوں گے مگر اس کے لئے تھوڑی سی وسیع النظری اور کشادہ دلی سے کام لینا ہوگا، ساتھ ہی کہنے والے کے خلوص و حسن نیت پر بھی اعتماد کرنا پڑیگا۔ ہمارے ایرانی بھائی عالی ظرف اور شریف النفس ہیں اسلئے توقع ہے کہ ایران کے دوران قیام ہم نے جو محسوس کیا اور ہمارے جو تاثرات ہیں۔ اس کی جرأت و صاف گوئی کا خیر مقدم کریں گے۔

۱ــ ایران کے سفر میں ہم نے جس چیز کا مشاہدہ کیا اور اس نے ہماری مسرت میں حیرت انگیز اضافہ کیا وہ ایرانیوں کا جذبۂ اخوت اور عالمگیر اسلامی اتحاد و تعاون کا طاقتور جذبہ ہے جو وہ اسلام ...

... کے سب سے بڑے سانحہ کو جنم دیا، اسی اختلاف اور غلو پسندی نے مسلمانوں کو یورپ فتح کرنے اور اس کے آخری حدود تک جانے میں رکاوٹ ڈالی، اسی کے نتیجہ میں ہندوستان میں پہلے حکومت کمزور ہوئی پھر آخر میں بالکل ہی ختم ہو گئی۔

۲ــ ایران کے اس سفر میں ہمیں جس چیز سے مسرت ہوئی وہ اسلامی آثار سے دلچسپی، عربی زبان سے تعلق، اسلامی کتابوں کی اشاعت، علماء کے کارناموں کے احیاء، اور قرآن کی بہترین کتابت و طباعت سے دلچسپی و شیفتگی ہے جس میں ایرانی دوسرے اسلامی ملکوں سے آگے ہیں۔ ایران میں نادر قرآنی مخطوطات کی حفاظت و اہتمام اور قرآن کی اعلیٰ نفیس طباعت دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ایرانیوں کے دل میں اسکی عظمت اور احترام ہے، جلسوں وغیرہ میں قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے خاص طور سے مصری قراء کی تلاوت کی ہوئی آیات ٹیپ ریکارڈ سے سنانے کا اہتمام ہے۔

۳ــ دینی غیرت و حمیت میں ایرانی بہت فائق ہیں اور اسلام کے خلاف سازشی تحریکوں کے معاملہ میں بڑے حساس واقع ہوئے ہیں۔ بہائیت پر جو ایران ہی میں پیدا ہوئی ــ قانونی طور پر ممنوع ہے، اور بہائی مذہب کے ماننے والوں کو اسلام سے خارج سمجھا جاتا ہے، اسی طرح ایرانی قادیانیت کو بھی ناپسند کرتے ہیں اور اس کے خلاف صف آرا ہیں، کیونکہ نرم اور دھریت کے ساتھ دشمنی میں بھی۔ ایرانیوں کی غیرت و حمیت اسلامی ملکوں کے لئے اور خاص طور پر پاکستان کے لئے قابل رشک اور قابل تقلید ہے جس کے ایران سے بہت اچھے تعلقات ہیں۔

۴ــ اعلیٰ اخلاق، لطیف جذبات، مہمان نوازی، اور غیر معمولی تواضع و انکساری، یہ وہ امتیازی اوصاف ہیں جن کا ...

اے جہان نے مونا ہے مشک فام — حفظ الرحمٰن الاعظمی (متعلم دار العلوم ندوۃ العلماء)

ایتھوپیا اور صومالیہ کا تنازعہ

آجکل صومالیہ اور ایتھوپیا کے مابین اختلافات اور تلخی کی بنیاد مضبوط تر ہوتی جارہی ہے اور بد گمانی کی خلیج گہری ہوتی جارہی ہے اور حالات نارمل ہوتے نظر نہیں آتے۔ افریقی اتحاد تنظیم کے اجلاس میں صومالیہ نے ایتھوپیا پر الزامات عائد کئے اور تنظیم سے اس پیچیدہ مسئلہ کے تصفیہ کے لئے زور دیا۔ بعض لوگ صورت حال سے ناواقف اور اختلافات کی تہ تک نہ پہنچنے کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ ان دونوں ممالک کا تنازعہ صرف سرحدی حد بندی تک محدود ہے، حالانکہ معاملہ اس سے شدید نازک اور غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ صومالیہ کا ایک بڑا حصہ جس کی آبادی ۵ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے اور اس کا رقبہ ۲۰۰ ہزار مربع میل ہے۔ آزادی اور خود مختاری کا طالب ہے، یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ صومالیہ کو سامراجیوں نے محض اس بنا پر پارہ پارہ کرکے پانچ حصوں میں منقسم کر دیا کہ اس کے باشندوں نے ملک میں عیسائی مبلغین اور غیر ملکی مشنریوں کی سرگرمیوں پر پابندی لگادی اور مذہب اسلام سے اپنا رشتہ مضبوطی سے قائم رکھا، سامراجیوں نے صومالیہ کو مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم کرکے اپنی نوآبادیات میں داخل کر لیا۔

دو حصہ برطانیہ

ایک بڑا حصہ اٹلی

زرخیز علاقہ ایتھوپیا

فوجی اہمیت والا علاقہ فرانس

مذکورہ بالا حصوں میں سے جو برطانیہ اور اٹلی کے تحت تھے ۲۶ جون اور یکم جولائی ۱۹۶۰ء کے درمیان آزادی اور خود مختاری سے ہمکنار ہوئے، اور یہ دونوں حصے ملاکر موجودہ صومالی جمہوریت کی بنیاد رکھی گئی۔ صومالیہ کے عالم وجود میں آنے کے بعد ہی وہ حصہ جو ایتھوپیا کے زیر تسلط تھا اس کے باشندوں نے پر امن طریقہ سے اپنی آزادی کا مطالبہ کیا، لیکن ان کی خواہش بر نہ آئی اور ابھی تک وہ ہیل سلاسی کی ظالم اور بے درد فوج کے سایے میں غلامانہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ہیل سلاسی نے اقوام متحدہ کی قرار دادوں پر عمل کرنے سے بھی انکار کر دیا۔ انکار کیوں نہ کرتا جبکہ بڑی طاقتیں اور استعماری حکومتیں جنہیں اقوام متحدہ میں اہم حیثیت حاصل ہے۔ علانیہ اور خفیہ طور پر اس کی پیٹھ ٹھونکتے ہیں اور فوجی اور مالی تعاون کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔

وہ حصہ جو اس وقت ایتھوپیا کے قبضہ میں ہے اسے سوڈان میں مہدی تحریک کے خلاف برطانیہ کے ساتھ تعاون کرنے کے صلہ میں ۱۸۹۸ء میں ایک معاہدہ کے تحت حاصل ہوا ہے۔ اس وقت اس علاقے کی مسلم آبادی نے ہیل سلاسی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کر رہا ہے، جس نے شہنشاہیت کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ اس وقت ایتھوپیا میں مسلمانوں کی زبردست اکثریت ہے یعنی ۶۰ فیصد ہیں۔ اس کے باوجود عالم مسیحیت اور سامراجی ممالک کی زبردست امداد کی بدولت وہاں کے مسلمانوں کو غلامانہ زندگی بسر کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ ان ممالک سے ہیل سلاسی یہ کہہ کر کہ "ہمارا ملک ایک اسلامی سمندر کے درمیان جزیرہ کی حیثیت رکھتا ہے لہٰذا اگر عالم مسیحیت دستگیری نہ کرے تو ہم غرق ہو جائیں گے" تعاون کا ہاتھ پھیلاتے ہیں۔

ہیل سلاسی نے سات ہزار یہودی خاندانوں کو مسلمانوں کی زمینوں پر ان کو جبراً نکال کر بسا دیا ہے، اس وقت اس کے پاس تقریباً تین سو اسرائیلی افسران خبر رساں محکمہ وغیرہ میں مامور ہیں تاکہ وہ مسلمانوں کو اذیتیں پہنچائیں اور اسرائیل سے گٹھ جوڑ کے جیبوتی بندرگاہ جس پر فرانس کا قبضہ ہے اور اسرائیل کے لئے اس کا دروازہ کھلا ہوا ہے کو آزاد کرانے کے لئے تگ و دو کر رہا ہے۔ بحر ہند اور بحر قلزم میں صومالیہ کی جتنی بندرگاہیں موجود ہیں سب پر اسرائیل کی آمد و رفت ممنوع ہے۔ جیبوتی بندرگاہ واحد بندرگاہ ہے جس کے ذریعہ ایتھوپیا اسرائیل کو گوشت اور غذائی اشیاء کافی مقدار میں سپلائی کرتا ہے۔

اس گہرے اور دوستانہ تعلقات و روابط کے باوجود ہیل سلاسی عربوں کو گمراہ کرنے کے لئے اقوام متحدہ کی ۲۲ نومبر ۱۹۶۷ء کی قرار داد کی تائید کرتے ہیں جس میں اسرائیل کو جون ۱۹۶۷ء کے تمام مقبوضہ عرب علاقوں سے اپنی فوجیں ہٹا لینے کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ دکھاوے کے طور پر صرف اس لئے تائید کرتے ہیں کہ انھیں اندیشہ ہے کہ عرب موقف کی تائید نہ کرنے کی صورت میں افریقی ممالک کی رائے عامہ انکے خلاف ہو جائے گی اور اس کا انجام یہ ہوگا کہ انھیں افریقی ممالک کی لیڈرشپ سے ہاتھ دھونا پڑے گا اور افریقی اتحاد تنظیم کا دفتر ایتھوپیا کی راجدھانی ادیس ابابا سے دوسری جگہ منتقل کر دیا جائے گا۔

ہیل سلاسی کے اس مکر و فریب کا پردہ لیبیا کے اس وفد نے فاش کیا جس نے افریقی اتحاد تنظیم کے اجلاس میں شرکت کی تھی، الغرض ایتھوپیا اور اسرائیل کی ہوس ملک گیری جس کو سامراجیوں نے مسلم ملکوں کے قلب میں پیدا کر دیا ہے کسی پر مخفی نہیں ہے۔

ایتھوپیا میں مسلمان ۶۰ فیصد ہیں مگر غلامانہ زندگی گزارنے پر مجبور ——— ہیل سلاسی نے سات ہزار یہودی خاندانوں کو مسلمانوں کی زمینوں پر ان کو جبراً نکال کر بسا دیا ہے ——— ہیل سلاسی عربوں اور مسلم دنیا کو گمراہ کرنے کے لئے اقوام متحدہ کی ۲۲ نومبر ۶۷ء کی قرار داد کی تائید بھی کرتا ہے ———

مولانا عبد السلام فاروقی کا انتقال پر ملال

دار العلوم ندوۃ العلماء میں جلسۂ تعزیت

مولانا عبد السلام فاروقی خلف اکبر حضرت مولانا عبد الشکور صاحب کے سانحۂ ارتحال پر دار العلوم میں جلسۂ تعزیت ہوا۔ شیخ التفسیر مولانا محمد اویس صاحب ندوی نے مرحوم کی زندگی اور دینی خدمات کا ذکر فرمایا۔ آخر میں دعائے مغفرت کی گئی ——— اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو اعلیٰ درجات سے بہرہ ور فرمائے۔

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہٗ

کی

بیرون ہند کے سفر سے واپسی

آخری اطلاعات بحضرت مولانا مدظلہٗ یکشنبہ ۲۰ اگست کو شرق اردن سے بمبئی پہونچ جائیں گے۔ دو روز قیام کے بعد انشاء اللہ لکھنؤ واپسی ہوگی۔

کتاب سنت بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے ✦ یہ شاخ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ و بر پیدا

شیخ احمد محمد جمال ——— سے ——— ایک انٹرویو

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کی قیادت و سربراہی میں رابطۂ عالم اسلامی کے وفد نے ایران و افغانستان کا دورہ کیا، جس میں عربی زبان کے مشہور اسلامی ادیب احمد محمد جمال ممبر مجلس شوریٰ بھی شریک تھے۔ اس اسلامی دورہ کے متعلق ادارۂ روزنامہ المدینہ کے استفسار پر جناب احمد محمد جمال صاحب نے تحریری طور پر جوابات مرحمت فرمائے، جسے یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔ (تلخیص و ترجمہ: محمد یٰسین اختر اعظمی)

مثالی نمونۂ عمل کی ضرورت:- کمیونزم اور سرمایہ دارانہ نظام یہ دونوں باہم متحد ہو کر اسلامی دعوت کی مخالفت پر کمربستہ ہیں۔ ان مادی طاقتوں میں زندگی پر قبضہ و اقتدار جمانے کی صلاحیت و قوت کیسے پیدا ہو گئی؟ جو لوگ اسلامی نظام کو ایک مکمل نظام حیات نہیں تسلیم کرتے ان کے ذہن میں یہ بات کیسے بٹھائی جائے کہ اسلام عبادات ہی کی طرح ایک مکمل نظام حیات بھی ہے۔

ابتدائے آفرینش ہی سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح اور روز مرہ کا تجربہ بھی ہے کہ مادی خواہشات کو انسان کی روح و ضمیر، اخلاق و عادات پر ہمیشہ غلبہ حاصل رہا ہے۔ مختلف کتابیں یا سماوی ادیان مادی خواہشات کی سرکشی و طغیانی کو روکنے، اعتدال کی راہ بتلانے، روحانی باتوں کو عملی شکل میں پیش کرنے اور صحیح ہدایت و رہنمائی کے لئے دنیا میں آئے۔ آپ سبھی لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ علماء و راہبین کے ہاتھوں جب دین موسوی و عیسوی کی حقیقی شکل مسخ ہو گئی تو اسلام کا چاند اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ افق عالم پر طلوع ہوا تاکہ جسم و روح دونوں کو پورا پورا حق مہیا کرے۔ اسی لئے اسلام مال و اسباب کی ضروریات اور خورد و نوش کی خواہشات پر نظر رکھتا ہے۔ اور ان فطری خواہشات پر روک لگانے سے منع بھی کرتا ہے ——— ہاں مگر! ان کا رخ حرام و ناجائز سے حلال و جائز اور شر سے خیر کی طرف موڑ دیتا ہے۔ تاکہ فطری خواہشات و مطالبات اور نفس و روح کے تقاضوں، لطافت و طہارت اور شرافت کے حقوق کے درمیان صحیح توازن قائم ہو سکے، جس سے حیوان پر انسان کی فضیلت و برتری ثابت ہوتی ہے۔

دنیا کو اسلام کے مکمل نظام زندگی اور زندگی کی تمام ضروریات پر حاوی ہونے اور صحیح رہنمائی کرنے کا یقین اسی وقت دلایا جا سکتا ہے جبکہ مسلمان حکمراں، مسلمان تاجر، مسلمان معلم، مسلمان عالم، مسلمان طالب علم، مسلمان سیاح، مسلمان مرد، مسلمان عورت، غرضیکہ تمام مسلمانان عالم اپنے آپ کو اسلام کا مثالی اور جامع نمونہ کی حیثیت سے پیش کر دیں اور ہر ایک کے اندر حقیقی اسلامیت پائی جائے۔

دوست و دشمن:- یہ آغاز عمل اسلام کے لئے نہایت مفید و سود مند ہے اور عالمی رائے عامہ کو ہموار کر رہا ہے۔ ایران و افغانستان کے اس حالیہ دورہ کے نتائج آپ نے کیا اخذ کئے ہیں؟

خدا کا شکر ہے کہ ایران و افغانستان کا یہ سفر بہت کامیاب رہا لیکن یہ بات انتہائی افسوسناک ہے کہ وہاں کے مسلم عوام کے احوال و کوائف سے عالم عرب قطعاً بے خبر اور ناواقف ہے یا بہت محدود معلومات حاصل ہیں، میرے خیال میں ایرانی و افغانی مسلمانوں اور ملکوں کو ان سے دور کرنے اور روحانی و دینی رشتے کو کمزور کرنے کی ساری ذمہ داری عالم عرب کے سر ہے۔ اور یہ بات بھی تکلیف دہ ہے کہ عالم عرب ایک طرف دشمن اور اجنبی اقوام و ممالک کے ساتھ عقائد و مصالح اور جذبات و احساسات میں قریب سے قریب تر ہوتا جا رہا ہے اور ہر طرح کے تعلقات پیدا کر رہا ہے۔ اور دوسری طرف اتحاد افکار و نظریات اور ہم آہنگی جذبات و احساسات کے باوجود ایرانی و افغانی مسلمانوں سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ افغانی عوام بلا کم و کاست اسلامی عقائد اور دینی شعائر کا دامن مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں۔

عالم عرب کے مالدار ملکوں پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ افغانستان کو مادی و ثقافتی تعاون پیش کریں تاکہ اقتصادی و ثقافتی ترقی میں مکمل اعانت ہو سکے۔ اور اس غیر ملکی امداد کا سد باب ہو سکے جو سیاسی اغراض اور اپنے ثقافتی، اخلاقی، اقتصادی افکار و نظریات کو مسلمانوں کے سر تھوپنے کے لئے دی جا رہی ہیں اور روسی کا ہاتھ بٹھایا جا رہا ہے کہ عالم عربی پر افغانستان میں اسلامی مراکز و مدارس و کتابوں کی تعمیر میں روس و جرمنی اور فرانس پر سبقت لے جانے کا ذریعہ نہیں غائب ہو جاتا ہے۔

اسلام اور مسلمانوں کا سفیر:- ہم چاہتے ہیں کہ عرب ممالک جلد از جلد افغانستان کے ساتھ ثقافتی و تربیتی تعلقات و تعاون کا سلسلہ قائم کریں ———

سعودی وزارت تعلیم نے افغانی مدارس میں تین سعودی مدرسین کی فراہمی کی ہے۔ اگر خدا نے چاہا تو عنقریب افغانستان کے ساتھ ثقافتی و تربیتی تعاون کا سلسلہ جاری ہوگا۔ ہز ایکسلنسی محمد محمد الشبیلی سفیر سعودیہ عربیہ متعینہ افغانستان صرف ملکی سفیر کی حیثیت سے وہاں نہیں ہیں بلکہ وہ اسلام اور مسلمان دونوں کے سفیر ہیں۔ افغانستان میں محترم سفیر کی اسلامی خدمات اور دینی شوق و تڑپ وہاں کے عرب سفراء کے لئے باعث رشک اور قابل ستائش ہے ——— اور مشیر سفارت جلالۃ پروفیسر علی توزان کی افغانستان کے دینی و ثقافتی اداروں میں اسلامی سرگرمیاں جاری ہیں۔

تعلیم یافتہ نوجوانوں کی حفاظت:- افغانستان میں وفد کی سرگرمیاں دوران قیام کے پروگرام و تاثرات بیان فرمائیں؟

سہ شنبہ ۴/۵/۱۳۹۲ھ کو ہم مدرسہ ابو حنیفہ دیکھنے گئے، مدرسہ میں ایک بڑا جلسہ ہوا جس میں مدرسین و طلبہ شریک تھے، مولانا ابو الحسن علی ندوی کے بعد میں نے تقریر کی۔ قاری نے یہ آیت تلاوت کی تھی: محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم، میں نے اسی آیت پر اپنی تقریر کی۔ عہد نبوت میں مسلمانوں کی خصوصیت رحماء بینہم اور اشداء علی الکفار تھی لیکن آج معاملہ بالکل برعکس ہو چکا ہے۔ اور دور حاضر میں مسلمانوں کی خصوصیت رحماء کو علی الکفار اور اشداء بینہم ہو گئی ہے۔ اس بات کی طرف بھی توجہ مبذول کرنے کی کوشش کی گئی کہ مسلم طلبہ و نوجوانوں کو صحیح تعلیم و تربیت دی جائے اور ان کے سامنے بہترین و صالح عملی نمونہ پیش کیا جائے اسلئے کہ وہ نظام تعلیم و تربیت کچھ مفید نہیں ہو سکتا جس میں تدریسی مرحلے میں پاکیزہ اور عملی نمونہ پیش نہ کیا جائے۔

پھر ظہر کے وقت مدرسہ تحفیظ القرآن دیکھنے گئے، وہاں بھی ایک جلسہ ہوا جس میں میں نے تقریر کی اور بتلایا کہ قرآن ہمارا قیمتی سرمایہ، کارگر ہتھیار اور ناقابل تسخیر قلعہ ہے اور ہماری عزت و عظمت کا ضامن ہے۔ ہم نے قرآن مجید کی اہمیت و فضیلت پر بھی روشنی ڈالی۔

چہار شنبہ ۵/۵/۱۳۹۲ھ کو ہم افغانی وزارت تعلیم دیکھنے گئے، محترم وزیر نے نوجوانوں پر توجہ کی ضرورت اور مشرق و مغرب سے آنے والی ملحدانہ و مفسدانہ موجوں سے حفاظت و صیانت کے سلسلہ میں اپنے خیالات کا موقعہ عنایت فرمایا۔ ہم نے کہا کہ عالم اسلام بالخصوص عالم عرب کی تعلیمی وزارتیں تعلیمی و تلقینی طور پر تعلیم کا تو اہتمام کرتی ہیں لیکن اخلاق و چال چلن اور تربیت پر کوئی خاص توجہ نہیں دیتیں، اور بچوں کی تربیت کو اولیت کا درجہ حاصل ہے۔ اسلئے کہ علم بغیر اخلاق اور کیریکٹر و ثقافت بغیر تربیت کے گندہ بدست فتنہ و کار ناشائستہ ہیں۔

دار العلوم عربیہ میں وفد نے مدرسین و طلبہ سے ملاقات کی جس میں طالب علم کے مقام، علم کے فرائض اور طلبہ کے مستقبل پر گفتگو کی۔

اسی روز شام کو پروفیسر غلام محمد نیازی ڈین کلیۃ الشریعہ نے وفد کے اعزاز میں کابل یونیورسٹی میں دعوت طعام دی جس میں مولانا سید ابو الحسن علی ندوی نے ایک قیمتی تقریر کی۔

مسلم خواتین و طالبات:- کیا آپ نے کابل کے مدارس میں مسلم خواتین و طالبات سے کوئی ملاقات کی۔ ان کے خیالات کیا ہیں؟

کہا ہاں، مجھے ایک نسواں سکنڈری اسکول اور ایک نسواں انجمن میں مسلم خواتین و طالبات کے سامنے تقریر کرنے کا موقع ملا۔ انجمن کی خاتون ڈائرکٹر نے یہ مطالبہ کیا کہ تعدد ازدواج کے مسئلے کو مطلقاً طور پر حرام ہونے کا فتویٰ صادر کیا جائے، اسلئے کہ اس میں عورتوں کی اہانت ہے اور ان کا وقار مجروح ہوتا ہے۔ میں نے ان کے اعتراضات کے تسلی بخش جوابات دیے اور بتلایا کہ اسلام نے کن کن اسباب و وجوہ کی بنا پر تعدد ازدواج کے مسئلے کو جائز قرار دیا ہے، مثلاً عورت کسی خطرناک مرض لاحق ہو جائے یا بانجھ پن کی شکایت ہو وغیرہ وغیرہ۔ اور اگر عورت کسی مرد سے شادی نہیں کرنا چاہتی تو اسلام میں اس پر جبر نہیں۔ عورت اور اس کے ولی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ پیغام شادی کرنے والے شخص کو چھوڑ دے۔ اسلام نے مسئلہ تعدد ازدواج کو ضروری نہیں قرار دیا ہے کہ ہم اسے کسی قانونی یا قومی دلیل سے منسوخ قرار دیں ———

علماء کی ذمہ داری:- اس دورے کا آخری پروگرام کیا تھا؟

افغانستان میں ہمارے دورے کا آخری پروگرام کابل کی عظیم جامع مسجد میں نماز جمعہ تھی، نماز سے پہلے مولانا ابو الحسن علی ندوی نے تقریر کی اسکے بعد پھر میری تقریر ہوئی، میں نے ان آیات "اخرجوا من اعظمکم" ... اور "... وانہ للہ مستخلفکم فیہا فناظر کیف تعملون" کی روشنی میں تقریر کی۔ پھر جامع مسجد کے خطیب نے خطبہ دیا اور نماز شروع ہوگئی۔

اسی روز شام کو ہم کسٹم پروفیسر محمد محمد الشبیلی کی جانب سے ... [illegible]